بسم اللہ الرحمن الرحیم
کافیہ کی تشریح
ذاکر حسین طیبی
متعلم مدرسہ دار العلوم طیبیہ معینیہ
منڈواڈیہہ بنارس
اگر اس میں آپ کو کوئی خامی نظر آئے تو برائے
کرم اس نمبر پر رابطہ کریں
+919598239049

بسم الله الرحمن الرحيم

مقدمة

الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونستهديه، ونعوذ بالله من شرور أنفسنا ومن سيئات أعمالنا، من يهده الله فلا مضل له، ومن يضلل فلا هادي له، وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له، وأشهد أن نبينا محمداً عبده ورسوله، صلى الله عليه وعلى آله وأصحابه وأتباعه بإحسان إلى يوم الدين، وسلم تسليماً كثيراً- أما بعد:

سوال = الطلبہ میں الف لام کون سا ہے

جواب الف لام کی دو قسم ہیں (۱) اسمی (۲) حرفی

اسمی وہ ہے جو اسم فاعل یا اسم مفعول پر داخل ہو اور الذی کے معنی میں ہو اور جو الذی کے معنی میں نہ ہو تو وہ حرفی ہے اور اس کی دو قسم ہیں =
(۱) زائدہ اور (۲) غیر زائدہ = زائدہ وہ ہے جس کو لفظ سے ہٹایا جائے یا گھٹانے سے کوئی معنی میں خرابی نہ ہو جیسے الحسن۔ غیر زائدہ وہ ہے جس کو لفظ سے گھٹانے سے معنی میں خرابی ہو جیسے الرجل قائم غیر زائدہ کی دو قسم ایک جنسی اور استغراقی اور اگر استغراقی ہو تو وہ بھی دو قسم پر ہے ایک تمام افراد پر یا بعض افراد پر اور اگر بعض افراد پر ہو تو پھر اس کی دو قسم ایک افراد معین اور دوسرا افراد غیر معین اور اگر معین افراد ہو تو اس کو عہد خارجی اور اگر افراد غیر معین ہو تو اس کو عہد ذہنی =

جنسی وہ ہے جو ماہیت حقیقت پر دلالت کرے
استغراقی وہ ہے جو تمام افراد پر دلالت کرے

سوال = الکلمات میں الف لام جنسی ہے اور تاء وحدت ہے تو الف لام جنسی تمام افراد کے ماہیت وحقیقت پر دلالت کرتا ہے اور تاء وحدت ایک پر تو یہ دونوں ایک ساتھ جمع میں ہو سکتی ہے تو جواب دیا جاتا ہے کہ وحدت کی تین قسمیں ہیں (۱) جنسی دوسرا نوعی تیسرا شخصی تو یہاں تاء وحدت جنسی ہے تو اس کوئی خرابی نہیں ہے

سوال الکلمۃ والکلام مشتق ہے کلم سے تو مشتق اور مشتق منہ میں لفظ اور معنی مناسبت ضروری ہے تو لفظ مناسبت سمجھ میں آری ہے کہ کلمہ وکلام دونوں کا مادہ کلم ہے اسی طرح کلم کا بھی۔ اور معنی مناسبت سمجھ میں نہیں آرہی ہے کہ اس لیے کہ کلمہ کا معنی ہے وہ لفظ جو معنی مفرد کے لیے وضع کیا گیا ہو۔ اور کلام وہ لفظ جو مرکب ہو دو کلموں سے اسناد کے ساتھ" اور کلم کا معنی ہے زخمی کرنا تو اس میں معنی مناسبت نہیں پائی جا رہی ہے

اعتراض ہے

جواب کلم جس کا معنی ہے زخمی کرنا جب زخم ختم ہو جاتی ہے تو اثر محسوس ہوتی ہے اسی طرح کلمہ اور کلام بھی اثر محسوس ہوتی ہے ایک شعر کا قول ہے کہ زخم کے اثر جاتے میں وقت نہیں لگتا لیکن کلمہ وکلام کا اثر جانے میں وقت لگتا ہے تو بس اتنی سی مناسبت کافی ہے ان دونوں کو مشتق ہونے کے لئے =

تنبیہ اس کے بارے میں بعض کہتے کہ یہ جمع ہے اور وہ اپنی دلیل پیش کر رہے ہے کہ اس کا اطلاق تین سے کم پر نہیں ہوتا ہے اور بعض کہتے ہے کہ یہ [illegible] اسم جنس ہے اور اس کا اطلاق ایک واحد اور جمع پر بھی ہوتا ہے جیسے علیہم لباس خضر و ن الکلمات تو پھر سوال وارد ہوگا کہ طیبہ مؤنث کیوں لایا ہے کلمات کے لیے تو جواب دیا جاتا ہے کہ مؤنث غیر ذوی العقول کی جمع واحد مؤنث کے حکم میں ہے۔ اور جو لوگ جمع کہتے ہیں کہ طیبہ کلمہ کی صفت نہیں ہے بلکہ اس سے پہلے بعض محذوف ہے [illegible] کی صفت ہے اصل عبارت ہے کہ بعض کلمات طیبہ

لفظ کا لغوی معنی ہے مطلقاً پھینکنا اور اصطلاحی معنی ہے کہ جس کا انسان تلفظ کرے لفظ
کہتے ہیں لفظ کا لغوی معنی ہے مطلقاً پھینکنا خواہ وہ لفظ کا منہ سے پھینکنا ہو یا غیر لفظ کا منہ
سے پھینکنا ہو یا غیر لفظ کا غیر منہ سے پھینکنا ہو۔ اب یہاں ایک اعتراض آتا ہے کہ آپ نے
لفظ وہ ہے جس کا انسان تلفظ کرے جن کا بھی قول ہے اور فرشتوں کا بھی قول
جیسے حدیث میں دودھ کا دریا ہے حضرت علی حسن و حسین کے لئے تو لفظ کی تعریف
جامع تو نہیں ہو رہی کیونکہ آ رہی ہے تو اس کا جواب دیا جاتا ہے کہ حالانکہ وہ جن اور
فرشتوں کا قول ہے لیکن انسان اس کا تلفظ کر سکتا ہے۔

مطابقت

سوال = الکلمۃ مبتدا ہے اور لفظ اس کی خبر اور مبتدا اور خبر میں مطابقت ضروری ہے لیکن یہاں
مبتدا مؤنث ہے اور خبر مذکر تو یہاں پہ مطابقت نہیں ہوتی

جواب = اس کا جواب یہ ہے کہ مبتدا اور خبر میں مطابقت اس وقت ضروری ہے
جب کہ خبر مشتق ہو رہا اور اس میں ایک ایسی ضمیر ہو جو مبتدا کی طرف لوٹے اور یہاں
پر نہ مشتق ہے اور نہ کوئی ایسی ضمیر جو مبتدا کی طرف لوٹے تو الکلمۃ لفظ کہنا درست
ہے۔

وضع = کا لغوی معنی ہے ظاہر کرنا۔ خاص کرنا اور اصطلاحی معنی ہے ایک شئی کو اس طرح خاص
کرنا کہ جب شئی اول کو سمجھنے سے شئی ثانی کا جاننا لازم آئے۔

سوال = معنی کیا ہے

جواب معنی اسم ظرف ہے بمعنی مقصود اس کی اصل مَعْنَیٌ تھا مَفْعَلٌ کے وزن پر
یا متحرک ما قبل مفتوح ہونے کی وجہ سے الف ہو گیا۔ اجتماع ساکنین ہوا۔ الف تنوین
کی وجہ سے الف گر گیا معنی ہو گیا۔ یا وہ اسم مفعول اور اس کی اصل مَعْنُوْیٌ تھا۔
واؤ اور یا ایک کلمہ میں جمع ہوئے اور ان میں پہلا ساکن تھا تو واؤ کو یا سے بدل
اور یا کو یا میں ادغام کر دیا۔

یا کی مناسبت سے ماقبل کے فتحہ کو کسرہ سے بدل دیے تو مغنی ہو گیا۔ اول یا کو
خلاف قیاس حرف سے ماقبل کے کسرہ کو فتحہ سے بدل کر دیے تو مغنی ہوا
پھر یا الف ہو کر اجتماع ساکنین کی وجہ گر گیا مغنی ہو گیا

سوال: مفرداً اگر حال ہے واضح ہے کہ اس سے تو مفرد کے آخر میں الف کیوں نہیں ہے جو منصوب کی حالت میں ہوتا ہے

جواب: یہ اس وقت ہوتا ہے جب کہ اسم اگر منصوب ہو اور غیر منصوب کے علاوہ کسی اور حالت کا احتمال ہو تو الف نہیں لکھا جائے گا تو یہاں پر لفظ مفرد مرفوع منصوب و مجرور کچھ بھی بن سکتا ہے اسی لیے یہاں الف نہیں۔

سوال = جب مفرد کو معنی سے حال مانا گیا تو اس صورت میں مفرد کو مقدم ہونا چاہیے کیونکہ معنی ذوالحال نکرہ ہے اور جب ذوالحال نکرہ ہو تو حال اس سے مقدم ہوتا ہے۔

جواب: یہ اس وقت ہے کہ جب ذوالحال مجرور نہ ہو۔ اس لیے یہاں ذوالحال کا مقدم ہونا درست نہیں۔

سوال = ھی اسم و فعل و حرف میں ھی کا مرجع کون ہے مفہوم کلمہ ہے یا الفاظ کلمہ۔ مفہوم کلمہ نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ مذکر ہے اور ھی مؤنث۔ اور لفظ بھی نہیں ہو سکتا ہے کیونکہ جب کلمہ کا اس کا مرجع مانیں تو تقسیم الشی الی نفسہ وغیرہ لازم آئے گی اور یہ دونوں درست نہیں۔

جواب = یہاں ھی کا مرجع کلمہ ہے لیکن تقسیم مفہوم کلمہ کی ہے تو اس طرح ھی کا مرجع متعین ہو گیا اور اعتراض بھی ختم ہو گیا۔

سوال: اسم کو اسم کیوں کہتے ہیں؟

جواب: اسم کو اصل میں سمو سے بمعنی بلندی تو اسم کو اسم اس لیے کہتے ہیں کہ اسم اپنے دونوں قسم پر بلند ہوتا ہے یہ اہل بصرہ کے نزدیک ہے۔ اور اہل کوفہ کا قول یہ ہے کہ اسم کی اصل وسم ہے بمعنی علامت تو اسم کو اسم اس لیے کہتے ہیں کہ وہ اپنے لیے علامت ہے۔

(ا

* فعل کو فعل کہنے کی وجہ یہ ہے کہ فاعل کا فعل حقیقت میں مصدر ہوتا ہے اور فعل مصدر یعنی سے مشتق ہے جو اصل کا نام تھا وہی نام فرع کو دے دیا۔

* حرف کو حرف اس لیے کہتے ہیں کہ حرف یعنی کنارہ اور حرف کنارہ میں ہوتا ہے اس لیے حرف کہتے ہیں۔

فائدہ = لاتنہا ام ان شاکل = میں ہوا اگر ان کا اسم ہے اور ان شاکل اس کی خبر ہے یہ درست نہیں کیوں کہ اس میں ان مصدریہ ہے جو شاکل فعل کو مصدر کے تاویل میں کر دیتا ہے اور مصدر وصف محض ہے اور چونکہ [illegible] جب مبتدا کا محمول ہوتا ہے اور یہاں مبتدا اسم ذات ہے اور اسم ذات پر وصف محض کا حمل درست نہیں لہٰذا یہاں ان شاکل کہنا ~~صحیح~~ درست نہیں =

جواب: ان شاکل کو مصدر کی تاویل میں کر دینے کا یہ مطلب یہ ہے کہ اس پر اسم کا حکم جاری ہو سکے یہ ضروری نہیں کہ مصدری معنی ملحوظ ہو۔ جب مصدری معنی ملحوظ نہیں تو ان شاکل کا حمل اسم ذات پر ہو سکتا ہے۔ لہٰذا یہ اعتبار درست ہے۔

سوال = مصنف نے اسم، فعل، حرف کی دلیل حصر کیوں بیان کی جبکہ دعویٰ ہی بیان نہیں کیا اور دعویٰ پہلے ہوتا ہے نہ دلیل اور بیان ہے دعویٰ کی دلیل ہے تو یہ درست نہیں

جواب = یہ مقام مقامِ بیان ہے اور بیان کا طریقہ تین ہی قسم بیان کی چوتھی بیان نہیں کی تو پتا چلا کہ اس کی تین ہی قسمیں ہیں چوتھی قسم شے کی نہیں۔ اور دلیل میں ہی دعویٰ کا جزو لازم ہے خواہ لفظ میں ہو یا معنی میں ہے مفہوم سمجھ آتا ہو۔ اور بیان میں دلیل سے دعویٰ کا مفہوم ہوتا ہے اس لئے مصنف نے دلیل حصر بیان کر دیا۔

سوال = دلیل حصر سے اسم، فعل، حرف کی تعریف ظاہر ہو گئی تو پھر مصنف نے اس بات کی طرف اشارہ بھی کیا کہ ان سب کی تعریف الگ الگ بیان کر دی ہے ایسا کیوں؟

جواب = ذہن کے تین درجے ہوتے ہیں اعلیٰ، اوسط، ادنیٰ۔ اعلیٰ درجے کے ذہن والے دلیل حصر ہی سے تعریف سمجھ گئے۔ اور مصنف نے اشارہ کر دیا کہ اوسط درجے کے لوگ دلیل حصر سے سمجھ لیں کیونکہ وہ لوگ خود سے نہیں سمجھ سکتے تھے تو اسم اشارہ کر دیا۔ اور کچھ لوگ ادنیٰ درجے کے ہیں یہ لوگ نہ اس سے سمجھے نہ اس سے اس لیے ہر ایک کی تعریف تفصیل میں بیان کر دی۔

سوال = کلام کی تعریف میں المتضمن کلمتین کہنا درست نہیں کیونکہ اس سے رنگ کا متضمِن اور متضمَن ہونا لازم آتا ہے یہ درست نہیں کیونکہ زید قائم کلام تو متضمِن ہے اور زید، قائم دو کلمے ہیں اور یہ متضمَن ہے

جواب = زید قائم مجموعی حیثیت سے متضمِن ہے اور زید، قائم انفرادی طور پر دو الگ الگ کلمے ہونے کی حیثیت سے متضمَن ہے اور یہ درست ہے

۲۷۶۱۹۲

* اسم وہ کلمہ ہے جو دلالت کرتا ہے اپنے معنی فی نفسہ پر اور تینوں زمانوں میں سے کسی ایک کے ساتھ ملا ہوا نہ ہو۔

سوال = اسم کی تعریف اپنے افراد پر جامع نہیں اور دخول غیر سے مانع بھی نہیں اس لئے کہ اسمائے افعال اپنے معنی پر دلالت بھی کرتا ہے اور تینوں زمانوں میں سے کسی ایک کے ساتھ بھی نہیں اور اسی طرح افعال مقاربہ بھی۔

جواب = یہ تعریف واضع اول کے اعتبار سے ہے اور اسمائے افعال میں واضع اول میں زمانہ تھا۔ اور افعال مقاربہ میں واضع اول میں زمانہ تھا لہٰذا اسم کی تعریف جامع اور مانع بھی ہے

سوال الف اور لام اسم کا خاصہ کیوں

جواب = الف لام معنی مطابقی کے تعیین پر دلالت کرتا ہے اور معنی مطابقی کے تعیین پر دلالت کرنا اسم کے ساتھ خاص ہے اس لئے الف لام کو اسم کے ساتھ خاص کر دیا۔

سوال = جر اسم کا خاصہ کیوں

جواب = جر یہ اثر ہے حرف جار کا اور حرف جار اسم کے ساتھ خاص ہے اس لئے جر کو اسم کے ساتھ خاص کر دیا۔

۲/۱۹/۲۲

سوال: تنوین اسم کے ساتھ خاص کیوں ہے

جواب: تنوین کی پانچ قسمیں ہیں (۱) تمکن، تنکیر، عوض، مقابلہ، ترنم اور ان میں سے چار قسم اسم کے ساتھ خاص ہے تو کل کو حکم کل کے تحت تنوین کو اسم کے ساتھ خاص کر دیا

سوال: اضافت کو اسم کے ساتھ خاص کیوں کیا

جواب: اضافت میں تین لوازمات پائے جاتے ہیں (۱) تعریف، تخصیص، تخفیف اور یہ تینوں اسم کے ساتھ ہیں لہٰذا اضافت کو بھی اسم کے ساتھ خاص کر دیا =

سوال: مسند الیہ کو اسم کے ساتھ خاص کیوں کیا

جواب: مسند الیہ نہ فعل میں ہوتا ہے اور نہ حرف میں اس لئے اس کو اسم کے ساتھ خاص کر دیا ہے =

سوال: معرب کو معرب کیوں کہتے ہیں

جواب: معرب اسم ظرف ہے الاعراب سے جس کا معنی ظاہر کرنے کی جگہ ہے چونکہ اس پر اعراب ظاہر ہوتا ہے لہٰذا اس کو معرب کہتے ہیں =

سوال: الاعراب مشتق منہ ہے اور معرب مشتق تو اعراب کا ذکر مقدم کیوں نہیں

جواب: اس لئے کہ معرب مکان ہے اور اعراب مکین تو مکان پہلے مکین بعد میں ہوتا ہے

سوال: معرب کی تعریف میں المرکب لایا گیا جو درست نہیں کہ یہ اسم کی قسم ہے اور اسم کلمہ
کی جو مفرد ہے لہٰذا معرب بھی مفرد ہے

جواب: وہاں مفرد سے مراد لفظ کا جزء معنی کے جزء پر دلالت نہ ہونا ہے اور یہاں مرکب سے
مراد غیر کے ساتھ ملا ہوا ہونا لہٰذا یہ درست ہے

سوال: یہ تعریف دخول غیر سے مانع نہیں کیونکہ غلام زید یہ غیر کے ساتھ مرکب اور مبنی الاصل کے
مشابہ نہیں تو اس پر یہ تعریف صادق ہے

جواب: غیر سے مرکب ہونے کا مطلب اپنے عامل کے ساتھ مرکب ہو غلام زید میں غلام
اپنے عامل سے مرکب نہیں لہٰذا مبنی ہے

سوال: کوئی فعل ماضی جو غیر کے ساتھ مرکب ہو اور مبنی الاصل کے مشابہ بھی نہیں ہے
جیسے ضرب زید کیونکہ یہ خود مبنی الاصل ہے

جواب: نہیں فعل ماضی معرب نہیں کیونکہ فعل ماضی کا کوئی عامل نہیں جبکہ مرکب سے
مراد عامل سے مرکب ہو اور معرب کی تعریف اسم معرب کی تو فعل پر تو بھی
صادق نہیں۔

Date

سوال: اعراب کی تعریف اپنے افراد پر جامع نہیں اور دخول غیر سے مانع نہیں اس لئے کہ عوامل اور معنی مقتضی سے کوئی بھی مراد نہیں ہے

جواب: اعراب سے مراد وہ حرف یا حرکت ہے اور حرف یا حرکت نہ عوامل ہے نہ معنی مقتضی

المعتورہ سے مراد معنی فاعلیت مفعولیت ظرفیت ہے

رفع کو رفع اس لئے کہتے ہیں کہ اس کے ادا کرتے وقت نیچے کا ہونٹ اوپر کی طرف اٹھ جاتا ہے اور رفع کا معنی ہے بلند ہونا تو اسی مناسبت کی وجہ اس کو رفع کہتے ہیں۔ نصب بمعنی قائم ہونا۔ اور ان کے ادا کرتے وقت دونوں ہونٹ اپنی جگہ قائم ہو جاتے ہیں اسی وجہ سے اس کو نصب کہتے ہیں اور جر بمعنی نیچے کی طرف کھینچنا اور ان کے ادا کرتے وقت نیچے کا ہونٹ نیچے کی طرف آ جاتا ہے۔

فاعل میں رفع اور ناظم مصدر بنایا اور مفعول میں بھی لوازمات میں نہیں بنایا اس لئے کہ وہ خود مصدر ہے۔

مفرد اصل ہے تثنیہ اور جمع کے مقابلے میں اور منصرف اصل ہے غیر منصرف کے مقابلے

میں اور اعراب بالحروف اور اعراب بالحرکت یہ دونوں اعراب کی قسم ہیں
اعراب
اور ان دونوں میں اعراب بالحروف اصل ہے تو جو اصل ہے اس کو اصل اعراب دے

دیئے۔ سوال: جمع مکسر کو اصل اعراب کیوں دیا بالکہ وہ مفرد کی فرع ہے

جواب: جمع مکسر وہ ہے جس کا واحد کا وزن سلامت نہ رہے تو یہ مفرد کے حکم ہے اس لئے اس کو
اصل
اصل اعراب دیا گیا۔ اور اصل میں بھی یہ ہے کہ وہ حرکات ثلاثہ ہو یہاں حرکات ثلاثہ

نہیں ہے سوال۔ جمع مؤنث سالم میں حالت نصب کو حالت جر کے تابع کیوں کیا

جواب: جمع مؤنث سالم یہ فرع ہے جمع مذکر سالم کی اور جمع مذکر سالم میں نصب جر کے تابع ہے

تو جو حکم اصل کا تھا۔ وہی حکم فرع کو بھی دے دیا۔

سوال۔ غیر منصرف میں جر کو نصب کے تابع کیوں کیا

جواب غیر منصرف دو فرع ہوتے ہیں فعل سے مشابہ ہے اور فعل میں دو فرع یہ ہے کہ ایک وہ مصدر سے

مشتق ہوتا ہے اور فاعل کے بغیر وہ پایا نہیں جاتا۔ اور جس طرح فعل ہے کسرہ اور تنوین نہیں

ہوتی تو اسی مناسبت کی وجہ سے غیر منصرف پے کسرہ اور تنوین نہیں کرتی۔

الو ر واخوتہ وخصوصاً ھنو رہ میں کاف حرف خطاب مذکر کے ساتھ ہے

لیکن جموعہ میں مونث کے ساتھ کیوں جواب جموعہ کا معنی ہے دلو اور ھا

مذکر کے لیے دیتے تو معنی ہوتا الو ایک مذکر کا دلو اور جو درست نہیں ہے ۔

ذوی الفقہ ذو یہ لفظ معروف ہے اس کی اصل ذَوَوٌ تھا فَعَلٌ کے

وزن پر ہے اس کی اضافت اسم جنس کی طرف کی ہے تاکہ اس کی صفت

بیان کر دیں ۔ سوال تثنیہ میں اثنان اور اثنتان کو ذکر کیا لیکن کلا کلتا کو

ذکر کیوں نہیں کیا ۔ جواب یہ ہے کہ یہ کلا اثنان حقیقی ہے اور حقیقی کا ذکر فرع

کے ذکر سے بہتر کر دیا ہے اور اثنان یہ حقیقۃً تثنیہ نہیں بلکہ اس کے

ملحقات میں سے ہے تثنیہ میں مضاف الیہ کی طرف ہو نے کی قید کیوں

لگائی تو کیا ہوا ہے اگر مضاف ہو اسم کا الیہ کی طرف ہو اس وقت اس کا

اعراب حرکات والا ہوتا اس لیے اس میں یہ قید لگائی ۔ سوال ۔ جب

جمع مذکر سالم بناتے تو الو و عشرون کہتے کیا اس کی ضرورت تھی تو جواب دیا جاتا

ہے کہ حقیقۃً جمع نہیں ہے بلکہ اس کے ملحقات میں سے ہے ۔ الوقی واحد

نہیں آتی اور اگر آپ عیسی کی جمع مانے تو یہ خرابی لازم آئے گی کہ اس وقت

عشرون کا معنی عیسی ہو جائے گا جو درست نہیں ہے۔ اور تقدیری اعراب اس

اسم معرب میں ہوگا جس میں اعراب دشوار ہوگا جیسے عصا یعنی اسم مقصور ہو اور یہ وہ

ہے جس کے آخر میں الف مقصورہ ہو۔ عصا میں اس لئے تقدیری اعراب دیا گیا کہ

اس کے آخر میں الف ہے اور الف کسی بھی حرکت کو قبول نہیں کرتا۔ اور غلامی

میں بھی تقدیری اعراب ہوگا لیکن کچھ حضرات کہتے ہیں کہ اس میں صرف حالت رفع

اور حالت نصب میں ہی تقدیری اعراب ہوگا حالت جر میں نہیں کہ حالت جر میں

لفظی یا کے ساتھ ہے تو میں ان حضرات کا جواب دیتا ہوں کہ وہ یا جب غلام سے داخل

ہوا تو گیا اپنی مخصوصی کی تو یا کے مناسبت سے اس کے ماقبل کو کسری

دیا گیا جب تک کسری ہے وہ یا ہے اور جب تک وہ یا ہے تو کوئی حرکت اس

پہ نہیں آئے گا تو معلوم ہوا کہ وہ بھی تقدیری اعراب والی یا نہیں ہے وہ معنافوالی یا ہے

یا مشکل ہوگا جیسے قاضی یعنی اسم منقوص اور یہ وہ ہے جس کے آخر میں

یا ما قبل مکسور ہو۔ تو اس میں حالت رفع اور حالت جر میں تقدیری

اعراب ہوگا اس لئے کہ اس کے آخر میں یا ہے اور یا ہے ضمہ اور کسرہ دینا دشوار ہے

اس لئے ان دو حالت میں تقدیری ہوگا لیکن حالت نصب میں لفظی یا کے ساتھ

ہوگا اس لئے کہ یہ نصب تمام حرکتوں میں آسان ہے اس لئے یا پے نصب دیا گیا

اور مسلمی سے مراد اضافت ہو جمع مذکر سالم کی طرف اس کی اصل مسلمونی تھی الون

اضافت کی وجہ سے گرا دو تو پھر ایک ہی کلمہ میں واو اور یا ہے اکٹھے ہو تو

قائدہ کے تحت واؤ کو یا سے بدل دیتے اور یا کو یا میں ادغام کر دیتے اور یا کے

مناسبت سے میم کے ضمہ کو کسرہ سے بدل دیتے ہیں مسلمی ہو تو اس میں صرف

حالت رفع میں تقدیری اعراب ہوگا اور حالت نصب میں لفظی یا کے ساتھ

لفظی اعراب اصل ہے بہ نسبت تقدیری اعراب کے تو پھر لفظی اعراب ہے تقدیری

اعراب مقدم کیوں کیا جواب اس لئے یہ قلیل ہے اس لئے اس کو پہلے ذکر کر دیا

تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ اس کے علاوہ تمام میں لفظی اعراب ہوگا

غیر منصرف اصل فرع اور منصرف اس کی اصل ہے تو پھر فرع کو اصل ہے کیوں مقدم

کیا۔ اور مقدم کیا تو صحیح اس کا ذکر بھی نہیں کیا ایسے کیوں جواب دیا جاتا ہے کہ

غیر مشہور قلیل ہے اور مشہور کثیر ہے لہٰذا غیر مشہور ہی قلیل ہے اسی لئے اس کو

مخصوص میں ذکر کر دیا کہ اس کے علاوہ جو بھی ہو وہ مشہور ہوگا اور یہی بات تعریف کی

تو مشہور غیر مشہور کی ضد ہے غیر مشہور کی تعریف سے ہی مشہور کی تعریف معلوم

ہو جائے گی۔ سوال بھی یہ ہوتا ہے اس سے کہ شرح ہے عدل اپنے ما بعد سے مل

کر خبر ہے اور چونکہ خبر محمول ہوتی ہے مبتدا پر تو اب اس کا معنی ہوگا یہ تو عدل ہے

اور یہ درست نہیں ہے جواب دیا جاتا ہے کہ آپ یہاں پہ حکم کو مقدم کر رہے ہیں

عطف پر اس لئے یہ خرابی لازم آ رہی ہے اگر آپ عطف کو مقدم مانے حکم پر تو یہ خرابی

لازم نہیں آئے گی۔ وجہ یہ ترکیب و ترجیح کے لئے ہے یعنی اس کا ما بعد ما قبل سے

مؤخر ہو جاتا کہ ایسا نہیں یہاں پہ عمل کم نہ میں سب کثیر ہے اور یا کہ شعر واو

عطف کے لئے ہے تو پھر سوال وارد ہوگا کہ جب شعر واو حرف عطف کے لئے ہے تو واو ہی

کو ذکر کیوں نہیں کیا جواب اس لئے کہ شعر کا وزن برقرار رہے۔ اور یہ قول قریب

یعنی

کہ ہر دو امر ہے قریب معرب اسم فاعل اور یہ شعر یعنی نظم جاری یا ہو جاتی ہے بسبب

ضرورت کے۔

غیر منصرف کو منصرف بنانا جائز ہے رعایت قافیہ اور وزن شعری کی وجہ سے یا کسی

مناسبت کی وجہ سے جیسے ذکر نعمان لنا ان ذکرہ ہو المسک میں یہاں نعمان غیر منصرف

ہے لیکن رعایت قافیہ کی وجہ اس کو منصرف کر دیا۔ اور حضرت فاطمہؓ کے قول جیسے صبت

علی مصائب لو انہا صبت علی الایام صرن لیالیا میں مصائب غیر منصرف ہوتا ہے لیکن

وزن شعری کی وجہ سے اس کو منصرف مانا گیا = مناسبت کی دو قسم ایک لفظی مناسبت

دوسرا معنوی مناسبت اور سلاسلا و اغلالا میں دونوں مناسبت ہے لفظی مناسبت

معنوی

یہ ہے کہ دونوں ہمیشہ ایک ہی ساتھ استعمال ہوتے ہیں اور مناسبت جیسے سلاسلا

یہ جمع ہے سلسلۃ کی جس کا معنی ہے زنجیر اور اغلالا یہ جمع ہے غل کی جس کا معنی ہے

طوق جو زنجیر ہی کے معنی میں ہے۔ اور جو دو علتوں کا قائم مقام ہو جیسے جمع منتہی الجموع

اس لئے اس میں دو جمع کا تکرار ہوتا ہے جیسے اکالب جمع ہے اکلب کی اور اکلب

جمع ہے کلب کی اور دوسرا تانیث کا دونوں الف اس میں دو علت ہے یہ ہے کہ

یہ ایک تانیث کے لئے آتا ہے اور دوسرا لزوم تانیث کے لئے۔

عدل اس کو نکالا ہوا ایسے صیغہ اصلیہ سے خواہ وہ نکالنا تحقیقی ہو یا تقدیری
اس سے معلوم ہوا کہ عدل کی دو قسم ہیں عدل تحقیقی اور عدل تقدیری ہیں عدل
تحقیقی وہ ہے جس کے غیر منصرف پڑھے جانے پر کوئی دوسری دلیل موجود ہو جیسے
ثلاث و مثلاث اور عدل تقدیری وہ ہے جس کے غیر منصرف پڑھے جانے پر کوئی
دوسری دلیل نہ ہو جیسے عمر و زفر ÷ عدل تحقیقی کی مثال جیسے ثلاث و مثلاث
اس کے غیر منصرف پڑھے جانے پر دوسری دلیل موجود ہے اور وہ یہ ہے کہ ان دونوں
کا معنی میں تین ہے جو کہ مکرر ہیں اور معنی کا تکرار لفظ کے تکرار پر دلالت کرتا ہے پس
معلوم ہوا کہ یہ ایسے لفظ سے معدول ہیں جو مکرر ہے اور وہ ثلاثہ ثلاثہ ہے
اُخر کے غیر منصرف پڑھے جانے کے علاوہ دوسری دلیل یہ ہے کہ اُخر جمع ہے اُخری بروزن
فعلی کا اور اُخری مؤنث ہے آخر کا اور وہ اسم تفضیل ہے اور اسم تفضیل کا
استعمال تین طریقوں پر ہوتا ہے الف لام کے ساتھ یا اضافت کے ساتھ یا من کے
ساتھ اور یہاں تینوں طریقوں میں سے کسی ایک کے ساتھ بھی مستعمل نہیں ہے
تو معلوم ہوا کہ یہ اپنی تین طریقوں میں سے کسی کے ساتھ معدول ہے

(18

جُمَع: اس کے غیر منصرف پڑھے جانے کے علاوہ دوسری دلیل یہ ہے کہ جُمَع جمعاء کی جمع ہے اور اگر
وہ جمع صفت میں ہو تو اس کی جمع فُعل کے وزن پر آتی ہو۔ جیسے حمراء کی حُمر اور اگر اسم
میں ہو تو اس کی جمع فَعالی یا فعلاوات کے وزن پر آتی ہے جیسے صحراء کی جمع صحاری
یا صحراوات کے وزن پر ہو اور یہاں ان طریقوں میں سے کسی پر نہیں۔ ایک کے
سواء جمع نہیں لائی گئی تو معلوم ہوا کہ انھیں میں سے کسی کے سواء معدول ہے۔
اور عدل تقدیری کی مثال جیسے عُمَر و زُفَر کہ ان دونوں میں فی الواقع صرف علم تھا جو
غیر منصرف پڑھے جانے کے لئے کافی نہیں تھا اس لئے اس میں عدل کا اعتبار کر لیا گیا
~~کہ عُمَر و زُفَر~~ کہ عُمَر عامر سے اور زُفَر زافر سے معدول ہے تاکہ ان کا غیر منصرف پڑھا جانا
صحیح ہو جائے۔

باب قطام کی تشریح

باب قطام ۔ باب قطام سے مراد ہر وہ اسم ہے جو فَعال کے وزن پر ہو اور
اعلام مؤنثہ کا علم ہو اور غیر ذوات الراء ہو یعنی اس کے آخر میں را نہ ہو۔
باب فجار ۔ باب فجار سے مراد ہر وہ اسم ہے جو فَعال کے وزن پر ہو اور اعلام
مؤنثہ کا علم ہو اور ذوات الراء ہو یعنی اس کے آخر میں را ہو

سببِ بناء ۔ اسبابِ بناء میں سے ایک سبب اسم کا اس کے ہم شکل ہونا
جو مبنی اصل کی جگہ واقع ہوتا ہے اور معدول ہونے میں مشترک ہوتا جیسے
نزال ۔ انزل کی جگہ واقع ہوتا ہے اور وہ انزل سے معدول ہے ۔

اہل حجاز کے نزدیک

اہل حجاز کے نزدیک باب قطام اور باب فجار دونوں مبنی ہیں حالانکہ
ان میں اسبابِ بناء میں سے کوئی سبب نہیں ہے تو انہوں نے سببِ بناء
کی تحصیل کے لیے عدل تقدیری کا اعتبار کیا ہے چنانچہ عدل تقدیری
ماننے سے مذکورہ سبب بناء حاصل ہوا کہ فجار نزال کے وزن پر
ہونے کی وجہ سے اس کے ہم شکل ہے اور الفجور سے معدول ماننے پر
معدول ہونے میں مشترک ہوا ۔
اسی طرح قطام بھی نزال اور تراک کے وزن پر ہونے کی وجہ سے
اس کے ہم شکل ہے اور قاطمۃ سے معدول ماننے پر معدول ہونے میں
مشترک ہوا ۔

اکثر بنی تمیم کے نزدیک

اکثر بنی تمیم کے نزدیک باب فجار تو مبنی ہے لیکن باب قطام معرب
غیر منصرف ہے لہذا ان کے نزدیک باب فجار میں عدل تقدیری کا
اعتبار سببِ بناء کی تحصیل کے لیے ہے لیکن باب قطام میں
سببِ بناء کے لیے نہیں کیونکہ وہ معرب ہے اور غیر منصرف کے
سبب کے لیے بھی نہیں کیونکہ دو سبب پہلے ہی سے موجود ہیں تانیث
معنوی اور علمیت ۔ تو باب قطام میں عدل تقدیری کا اعتبار

باب قطام کی تشریح ۲

حمل علی النظیر کے طور پر ہے یعنی باب فجار اس کے وزن پر ہونے کی وجہ سے اس کی نظیر ہے اور فجار میں عدل تقدیری کا اعتبار کیا گیا ہے تو اس میں بھی اس کو نظیر پر محمول کرتے ہوئے عدل تقدیری کا اعتبار کیا گیا ۔

بعض بنی تمیم کے نزدیک دونوں باب معرب غیر منصرف ہے تو کسی باب میں بھی عدل تقدیری کا اعتبار نہیں کیا جائے گا نہ تو باب فجار میں سبب بنا کی تحصیل کیلئے اور نہ ہی باب قطام میں حمل علی النظیر کے طور پر ۔

واصف اس کی شرط یہ ہے کہ وہ اہل واضع میں واصف ہو۔ اور اسم کا غلبہ اس کو ذرر

نہیں دے گا یعنی وہ اہل واضع میں واصف ہو اگر اس سے اسمیت غالب

آجائے تو غالب آنے کے سبب سے واصف کے لئے نقصان دہ نہیں ہوگا

اور یہ منصرف ہے اس لئے کہ واضع نے اس کو واضع کیا تھا ایک معین کے

لئے جو شین کے بعد اور جو پانچ سے پہلے ہو۔ اسود اور ارقم غیر منصرف ہے جو سانپ

کے نام ہے اور اس کو واضع نے وضع کیا تھا ہر اس چیز کے لئے جو سیاہ

اور چتکبرا ہو۔ جو اکثر اسمیت اس میں غالب آگئی ہے لیکن پہلے ہی

کیا تھا کہ اسم کا غلبہ صفت اصلیہ کے لئے ذرر دے نہیں اور اسی طرح

ادھم میں بھی کہ افعی اجدل اور اخیل کا غیر منصرف ہونا پڑھنا کمزور ہے

اس لئے کہ ان کا مشتق ہونا یقینی نہیں ہے لیکن گمان ہے کہ

افعی فعوۃ سے مشتق ہے بمعنی خبیث اور اجدل جدل سے مشتق ہے

بمعنی قوت اور اخیل خیلان سے مشتق ہے بمعنی نقص اسی گمان کی

وجہ سے ان سب کا غیر منصرف پڑھنا کمزور ہے۔

التانیث = اس کی شرط یہ ہے علم ہونا ہے یہاں تانیث بالتاء کیونکہ یہ پڑھا جانا چاہیے

ہے کہ تانیث کی دوسری قسم بھی ہے یعنی تانیث الف مقصورہ اور الف ممدودہ

اور اسی طرح تانیث معنوی بھی (تانیث بالتاء میں وجوبی طور پر ہوتا ہے

اور تانیث معنوی میں جوازی طور پر) تانیث کے ساتھ علم ہونے کی شرط

اس لیے لگایا گیا اگر وہ علم سے جدا بھی ہو جاتے ہیں جیسے قائمۃ سے قائم

اور جب اس سے جدا ہو جائے تو تانیث ختم ہو جائے گی اس لیے علمیت کا

شرط لگایا کہ علمیت [illegible] سے محفوظ رہتا ہے۔ تانیث معنوی کے تاثیر

کے جواز ہونے کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ تین حرف سے زیادہ ہو اور محرک اوسط

ہو اور عجمہ ہو۔ یہ شرط اس لئے لگائی گئی کہ غیر منصرف فرع ہے بنسبت منصرف کے تو

فرع کو اصل کی طرف منتقل کرنے کے لئے ثقالت کی ضرورت ہے اس لئے یہ شرط

لگائی گئی کہ تین حرف سے زیادہ ہونا ثقالت ہے بنسبت تین حرف کے اور محرک اوسط

ثقالت ہے بنسبت ساکن الاوسط کے اور عجمی ہونا ثقالت ہے بنسبت

عربی ہونے کے۔ تو ثقالت کے ساتھ فرع کو اصل کی طرف منتقل کیا جائے گا

اگر ھند نام رکھ دیا جائے مذکر کا تو اس لئے شرط یہ ہے کہ وہ تین حرف سے زیادہ
ہو۔ اس لئے یہ شرط لگائی گئی کہ وہ چھوٹی حرف تانیث کے مقام میں ہو

معرفہ = اس کی شرط یہ ہے کہ وہ علم ہو۔ سوال ہو اگر معرفہ کی سات قسمیں ہیں
ان میں سے علم کو ان کا شرط کیوں قرار دیا گیا تو کہا جاتا ہے کہ معرفہ کی جو
سات قسم ہیں ان میں سے مضمرات، اسمائے اشارات، اسمائے موصولہ یہ تینوں
تینوں مبنی ہے تو اور منصرف غیر منصرف ہونا معرب کی قسم میں سے ہے جو مبنی
ہو وہ معرب کے قسم میں کیسے داخل ہو سکتا ہے اور معرفہ باضافت اور الف لام
یہ خود غیر منصرف کو منصرف کے حکم میں کر دیتا ہے تو جو غیر منصرف کو منصرف کے حکم میں
کر دیتا ہے وہ غیر منصرف ہونے کا سبب کیسے بن سکتا ہے اور معرفہ بالنداء یہ مبنی
بر ضم ہوتا ہے۔ تو رہا علم اس لئے معرفہ کو اس کا شرط قرار دے دیا گیا =

سوال = معرفہ اور علم ایک ہی تو معرفہ کو سبب اور علم کو اس کا شرط کیوں قرار دیتے ایسا
بھی ہو سکتا تھا کہ علم سبب ہو اور معرفہ اس کی شرط تو جواب دیا جاتا ہے کہ معرفہ
تنکیر کی فرع ہونے میں زیادہ ظاہر ہے بنسبت علم کے

عجمہ: اس کی شرط یہ ہے کہ وہ عجمی لغت میں علم ہو۔ عجمی لغت میں علم ہونے کا اعتبار
اس لئے رکھا کہ یہ عجمی الفاظ اہل عرب کے نزدیک دشوار ہیں تو وہ لوگ رد و بدل
کرتے آسانی کے لئے اس لئے علم کا اعتبار کیا کہ علم تبدیل و تغیر سے محفوظ رہتا ہے۔

جمع: اس کی شرط یہ ہے کہ وہ منتہی الجموع کے وزن پر ہو اور ۃ کو قبول کرنے والا نہ ہو
ۃ کے اندر وہ تاء ہے جو حالت وقف میں ہاء سے بدل جاتی ہے۔ اس لئے اس کی
شرط لگائی کہ اگر کوئی جمع ۃ کے ساتھ ہو تو اس کا مفردات ایسے بھی ہوں گے جو ۃ کے
کے ساتھ آتے ہیں جیسے کہ ہیں اسی ۃ آنے کی وجہ سے اس کی جمعیت میں ضعف
پیدا ہو گئی اسی لئے یہ کلمہ منصرف ہے اصل کی شرط فوت ہونے کی وجہ سے۔ ۱
جمع منتہی الجموع کا وزن ہونے سے یہ مراد ہے کہ پہلا حرف مفتوح ہو اور
تیسرا حرف الف جمع اور الف جمع کے بعد ایک حرف ہو تو مشدد ہوگا جیسے دوابّ
اگر الف جمع کے بعد دو حرف ہوں تو مکسور ہوگا جیسے مساجد اور اگر الف جمع کے
بعد تین حروف ہوں تو ساکن الاوسط ہوگا جیسے مصابیح ۔

ترکیب: اس کی شرط یہ ہے کہ وہ علم ہو۔ اور ترکیب سے مراد یہ ایسا مرکب ہے جس (اس طرح)

میں ترکیب دو کلموں کو ہو نہ کہ زائد ہو کہ دوسرا حرف کلمہ کسی حرف کو متضمن نہ ہو

اس میں علمیت کا شرط اس لئے لگائی ہے

الف نون زائدتان: اس کی شرط یہ ہے کہ وہ اگر اسم میں ہو تو علم اس کی شرط ہے = الف نون زائد

کو غیر منصرف کا سبب کیوں بنایا؟

جواب: اس لئے کہ یہ تانیثہ کے الف مقصورہ الف ممدودہ کے مشابہ ہونے کی وجہ سے

اور مشابہ اس طور پہ ہے کہ جس طرح تانیثہ کے دونوں الف جس کلمہ پہ

داخل ہوتے ہیں اس کلمہ میں تا داخل نہیں ہوتی اسی طرح الف نون زائد

بھی جس کلمہ پہ داخل ہوتے ہیں اس پہ بھی تا داخل نہیں ہوتی۔

سوال: وہاں پہ تانیثہ کے دونوں الف دو سبب کا قائم مقام ہے تو کیا الف نون

زائد بھی مشابہ ہونے کی وجہ سے دو سبب کے قائم مقام ہوں گے

جواب: اس میں اختلاف ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ وہ دو سبب کی وجہ سے علم ہو گئے

اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ نہیں ہو گئے اور یہی راجح قول ہے اس لئے کہ تانیث کا

دونوں الف میں ایک تانیث اور لزوم تانیث ہیں اور یہاں دوسرا نہیں ہے

اور اس میں علمیت کا اشتراط اس لئے لگایا اس لئے کہ یہ دونوں زائد ہوتے

ہیں تو جو زائد ہو وہ کلمہ سے جدا بھی ہو سکتے ہیں اس لئے علم کا اشتراط قرار دیا گیا

کہ وہ تبدیل و تغیر سے محفوظ رہتا ہے۔

الف نون زائدتان

ترجمہ: الف نون اگر دونوں اسم میں ہوں تو علمیت شرط ہے جیسے عمران اور اگر صفت میں ہو تو اس کی مؤنث فَعْلَانَۃٌ کے وزن پر نہ ہونا شرط ہے اور بعض نے کہا کہ اس کی مؤنث فعلیٰ کے وزن پر ہونا شرط ہے اسی وجہ سے لفظ رحمٰن کے بارے میں اختلاف ہے لیکن سَکْرَان اور نَدْمَان کے بارے میں اختلاف نہیں ہے!

سوال: غیر منصرف کے تمام اسباب مصادر میں ہیں مثلاً عدل، وصف، تانیث، معرفہ، اور ترکیب وغیرہ لیکن الف ونون زائدتان مصدر نہیں ایسا کیوں؟

جواب: الف و نون بھی مصدر ہے یہاں پر حذفِ مضاف کا وقوع ہے یعنی عبارت میں مضاف الیہ مذکور ہے اور مضاف محذوف اصل میں عبارت ہے زیادۃُ الفِ والنون جس میں زیادۃُ مصدر مضاف ہے اور الف ونون مضاف الیہ ہے اور مضاف اور مضاف الیہ میں جزء معتبر مضاف ہوتی ہے لہذا دیگر اسباب کی طرح الف ونون زائدتان بھی مصادر کے قبیل سے ہے!

سوال: مصنف علیہ الرحمہ کا قول شرطہٗ کا درست نہیں ہے وہ اس لیے کہ ضمیر مجرور متصل کا مرجع الف نون ہے جو کہ تثنیہ ہے جبکہ راجع یعنی ضمیر واحد ہے حالانکہ راجع اور مرجع میں مابین مطابقت ہونی چاہیے یہاں پر تو مطابقت نہ ہوئی!

جواب: ضمیر واحد اس لیے لائے تاکہ اس امر پر تنبیہ ہو جائے کہ الف ونون دونوں مل کر ایک ہی سبب ہیں!

سوال: الف ونون زائدتان کو غیر منصرف کا سبب قرار دینے کے لیے علمیت کو شرط کیوں قرار دیا گیا؟

جواب: عَلَم حتی الامکان تغیر و تبدل سے محفوظ رہتا ہے جبکہ الف ونون ایک عارضی شئی ہے جیسے تغیر وتبدل سے بچاؤ اور تحفظ نہیں ہے پس اسی لیے اس میں علمیت کی شرط لگا دی گئی تاکہ جب علمیت کی وجہ سے اسے تغیر و تبدل سے تحفظ مل جائے گا اس میں اتنی قوت آ جائے گی اور وہ غیر منصرف ہونے کا سبب بن سکتا ہے

وزن فعل کی بحث

ترجمہ: وزن فعل کی شرط یہ ہے کہ وہ وزن فعل کے ساتھ خاص ہو جیسے شَمَّرَ اور اَعْلَمُ یا اس کے شروع میں ویسی زیادتی ہو جیسے فعل کے شروع میں ہوتی ہے بشرطیکہ وہ تا کو قبول کرنے والا نہ ہو اسی وجہ سے اَحْمَرُ غیر منصرف ہے اور یَعْمَلٌ منصرف ہے۔

سوال: وزن فعل کو غیر منصرف کا سبب قرار دینا جائز نہیں اس لیے کہ وزن تو فعل کی صفت ہے اور غیر منصرف کا سبب ہونا اسم کی صفت ہے۔

جواب: نحویوں کے یہاں یہ وزن فعل کا معنی یہ ہے کہ اسم کا ایسے وزن پر ہونا جو فعل کا وزن شمار کیا جاتا ہو وزن فعل کا یہ معنی اصطلاحی ہے جو کہ اسم کی صفت ہے تو وزن فعل کو غیر منصرف کا سبب قرار دینا درست ہے۔

سوال: ابن نے کہا کہ وزن فعل کے غیر منصرف کا سبب بننے کے لیے شرط یہ ہے کہ وہ وزن فعل کے ساتھ مختص ہو یہ درست نہیں کیونکہ جب وہ وزن فعل کے ساتھ مختص ہوگا تو پھر غیر منصرف کا سبب کیسے ہوگا؟

جواب: فعل کے ساتھ مختص ہونے کے یہ معنی نہیں کہ وہ اسم میں بالکل پایا ہی نہ جائے بلکہ معنی یہ ہے کہ وہ وزن فعل ابتداء فعل میں پایا جائے اسم میں نہ پایا جائے پھر فعل سے منقول ہو کر اسم میں پایا جائے یعنی فعل کو اسم بنا لیا جائے جیسے شَمَّرَ فعل ماضی ہے لیکن بعد میں حجاج ابن یوسف کے گھوڑے کا نام رکھ دیا گیا۔

ترجمہ

جس اسم میں علمیت مؤثر ہو تو اس میں اگر علمیت کو نکرہ کیا گیا تو وہ اسم منصرف
ہو جائے گا کیونکہ یہ بات ظاہر ہے کہ علمیت مؤثر ہو کر جمع ہوتی ہے اس سبب میں یہ
کہ جس میں وہ شرط ہو کہ سوائے عدل اور وزن فعل کے اور یہ دونوں عدل اور
وزن فعل ایک دوسرے کی ضد ہیں ہیں پس ان دونوں میں سے کوئی ایک ہی
علمیت کے ساتھ جمع ہوگا پس جب غیر منصرف کی علمیت کو نکرہ کیا گیا تو وہ اسم
یا کسی سبب کے بغیر باقی رہے گا یا ایک سبب کے ساتھ باقی رہے گا

خَالَفَ سِیبَوَیْہِ الاخفش فِی مِثْلِ اَحْمَرَ

ترجمہ

امام سیبویہ نے امام اخفش کی اَحمر جیسے اسم میں مخالفت کی کہ جب وہ علم
ہو اور اسے نکرہ کیا جائے اور یہ بھی الفت تنکیر کے بعد صفت اصلیہ کا اعتبار کرنے
کی وجہ سے ہے امام سیبویہ پر اعتراض لازم نہیں آتا کہ حاتم جیسی صفات غیر
منصرف ہو جائے کیونکہ ایسی صورت میں حکم واحد میں دو متضاد چیزوں کا
اعتبار کرنا لازم آئے گا جو کہ درست نہیں ہے غیر منصرف کی تمام اقسام الف و لام
کے داخل ہونے یا مضاف ہونے کی وجہ سے کسرہ کے ساتھ مجرور ہو جاتی ہیں ۔

مرفوعات کی بحث

المرفوعات = المرفوعات یا تو مبتدا محذوف کی خبر ہے

جس کی اصل ھٰذہٖ المرفوعات ہے یا تو المرفوعات مبتدا

ہے اور اس کی خبر محذوف ہے اصل میں ہے المرفوعات

ھٰذہٖ یا المرفوعات مفعول ہے فعل محذوف کی

اصل میں خُذِ المرفوعات یا یہ کہ مضاف الیہ

ہے اس کا مضاف کو حذف کر کے اس کے

عوض میں الف لام لایا گیا اصل میں ذِکرُ المرفوعات

یا بابُ المرفوعات۔

ھو ضمیر کا مرجع کون مرفوعات ہے یا مرفوع ہے اگر

مرفوعات ہو تو راجع اور مرجع میں مطابقت نہ ہوگی

ھو ضمیر مفرد مذکر کی اور مرفوعات جمع مؤنث کی

تو ضمیر اور مرجع میں مطابقت نہیں ہوئی

اور اگر ھُوَ ضمیر کا مرجع مرفوع مانیں تو اور مرجع میں راجع

مطابقت تو ہو جائی گی لیکن اِضمار قبل الذکر لازم آئے گا اس لئے

کہ اس سے پہلے مرفوع کا ذکر نہیں ہوا مرفوعات کا ذکر ہے!

الجواب ھُوَ ضمیر کا مرجع مرفوعات نہیں بلکہ مرفوع ہے رہا یہ سوال

کہ اضمار قبل ذکر لازم آئے گا تو ہمیں یہ تسلیم نہیں ہے

چونکہ مرجع کا ماقبل میں ذکر ہونا ضروری ہے خواہ صراحتاً

ہو یا ضمناً. مرفوع کا اگرچہ یہاں صراحتاً ذکر نہیں ہے

لیکن ضمناً ہے مرفوعات کے ذکر میں مرفوع بھی مذکور ہے تو

اضمار قبل ذکر لازم نہیں آئے گا!

مرفوع وہ اسم ہے جو فاعل ہونے کی علامت پر مشتمل ہو

یہ نہیں کہا جو رافع پر ہو اس لئے کہ رافع بھی فاعل ہونے کی

علامت ہے کبھی ضمہ سے ہوتا ہے کبھی واو سے کبھی الف سے

ہوتا ہے۔ جمع مذکر سالم میں واو ہے مفرد منصرف

میں ضمہ ہے اور تثنیہ میں الف ہے تو کہنا چاہیے تھا

کہ مرفوع وہ ہے جو رافع پر مشتمل ہو۔ فاعل ہونے کی علامت

پر کیوں کہا۔ اس لئے کہا کہ

رفع ہونے کی علامت اس لیے نہیں کہا کہ جیسے میں دور لازم

آتا اس لئے اس دور سے بچنے کہ لئے نہیں کہا۔ (رفع ہونے کی علامت)

فاعل کو تمام مرفوعات پر مقدم کیوں کیا؟

اس لئے کہ فاعل تمام مرفوعات کی اصل ہے اور باقی

مرفوعات اس سے ملحق ہے اصل ہونے کی وجہ سے مقدم

کیا۔

شبہ فعل سے مراد اسم فاعل اسم مفعول صفت مشبہ

اسم مصدر وغیرہ ہے۔

اضمار قبل الذکر

ضرب غلامہ زیدٌ جائز ہے / غلامہ بترکیب اضافی زیدٌ اس کا فاعل

غلامہ میں ہٗ ضمیر زید کی طرف لوٹ رہی ہے اور

اضمار قبل الذکر

لفظاً اور رتبتاً ہو تو وہ جائز نہ ہوگا۔ ضرب غلامہ زیدٌ میں

تو لازم آیا ہے لیکن صرف لفظاً رتبتاً نہیں

اضمار قبل الذکر

سوال یہ ہے کہ لفظاً کیوں آیا؟

جواب لفظاً اس لئے آیا کہ ضمیر پہلے ہیں اور مرجع بعد میں ہے

اور رتبتاً اس لئے نہیں آیا کہ اس لیے کہ زیدٌ ضرب کا فاعل ہے اور

فاعل کی اصل یہ ہے کہ وہ فعل سے متصل ہو اور یہاں پر زید فعل سے

متصل نہیں زید سے پہلے غلامہ بترکیب اضافی مفعول واقع ہے

تو رتبتاً اضمار قبل ذکر لازم نہیں آیا تو اضمار قبل ذکر وہی باطل ہے جو

لفظاً بھی ہو اور رتبتاً بھی ہو۔

ضرب غلامہ زیداً ترکیب جائز نہیں اس لیے کہ یہاں اضمار قبل

اضمار قبل الذکر

ذکر رتبتہً اور لفظاً لازم آیا۔ یعنی مارا زید کے غلام نے زید کو

تو یہاں غلامہ بترکیب اضافی فاعل ہے اور زیداً مفعول ہے

غلامہ میں ہ ضمیر لوٹ رہی ہے زید کی طرف لفظاً اور رتبتہً

بھی اضمار قبل ذکر لازم آیا اس لیے کہ یہاں زید مفعول ہے اس

اضمار قبل الذکر

مقام اور مرتبہ یہی نہیں تو زیداً لفظاً بھی غلامہ سے مؤخر

ہے اور رتبتہً بھی غلامہ سے مؤخر ہے۔ تو یہاں پر اضمار قبل ذکر

لفظاً بھی لازم آیا اور رتبتہً بھی لازم آیا۔ اور جو اضمار قبل ذکر

لفظاً اور رتبتہً دونوں لازم آئے وہ باطل ہو جاتا ہے۔ اس ضرب غلامہ

زیداً جائز نہیں ہے۔

قرینہ کی دو قسمیں ہیں قرینہ لفظیہ، قرینہ معنیہ۔

قرینہ لفظیہ جیسے ضربت موسیٰ حبلیٰ / قرینہ معنیہ

فاعل

جیسے اکل الکمثریٰ یحییٰ
فاعل

(۱) اعراب لفظی بھی نہ اور قرینہ بھی نہ یعنی قرینۂ لفظی اور قرینہ معنوی

دونوں کے درمیان

اس صورت میں فاعل کے مفعول پر مقدم کرنا واجب / ورنہ التباس لازم آئے گا

(۲) فاعل ضمیر متصل ہو تو اس صورت میں بھی فاعل کو مفعول پر مقدم

تو یہ متصل کا منفصل ہوگا اور یہ جائز نہیں

کرنا واجب ہے / ورنہ نحویوں کے نزدیک گنہگار ہوگا۔

(۳) یا فاعل کا مفعول واقع الّا کے بعد تو اس صورت میں بھی فاعل کو مفعول

پر مقدم کرنا واجب ہے ورنہ خلاف مقصود لازم آئے گا جیسے

ما ضرب زیدٌ الّا عمراً

(۴) یا معنیٔ الّا کے بعد ہو تو بھی اس صورت میں فاعل کو مفعول پر مقدم

واجب ہوگا جیسے انما ضرب زیدٌ عمراً ورنہ خلاف مقصود لازم

آئے گا۔

جب فاعل کے ساتھ مفعول کی ضمیر متصل ہو تو فاعل کو

مؤخر کرنا واجب ہے ورنہ اضمار قبل ذکر لازم آئے گا جیسے

قولہ تعالیٰ اجب مثلاً ابراھیمَ اللہُ ترجمہ آزمایا

اِذِ ابتلیٰ ابراھیمَ ربُّہ

ابراھیم کو اس کے رب نے تو یہاں ابراھیم مفعول ہے اور

اللہ مرکب اضافی فاعل ہے تو اضمار قبل ذکر لازم آیا

اضمار قبل الذکر

اضمار قبل ذکر سے بچنے کے لیے اس صورت میں فاعل کو مؤخر کرنا

واجب ہے تاکہ اضمار قبل ذکر لازم نہ آئے۔

اور جب فاعل واقع ہو اِلّا کے بعد واقع ہو تو اس صورت

میں بھی فاعل کو مفعول سے مؤخر کرنا واجب ہے جیسے

ما ضرب عمراً الّا زیدٌ ورنہ خلاف مقصود لازم آئے گا

یا فاعل واقع ہو معنیٰ اِلّا کے بعد تب بھی فاعل کو مفعول سے مؤخر کرنا واجب ہے

جیسے انما ضرب عمراً الّا زیدٌ ورنہ خلاف مقصود لازم آئے گا

(۳) اور فعل کے ساتھ متصل ہو فعل کا مفعول اور وہ متصل نہ یعنی

فاعل فعل کے ساتھ متصل نہ ہو۔ جیسے ضربکَ زیدٌ یہاں مفعول

کی ضمیر فعل کے ساتھ متصل ہے اور فاعل فعل کے ساتھ متصل نہیں ہے

اب اگر فاعل کو مؤخر کرنا واجب نہ مقدم کرنا جائز ہو تو یہ ہو جائے

گا ضربَ زیدٌ کَ تو ضمیر متصل کا منفصل ہونا لازم آئے تو یہ

جائز نہیں ہے ۔ تو اس صورت میں بھی فاعل کو مؤخر کرنا

واجب ہے ، ورنہ ضمیر متصل کا منفصل ہونا لازم آئے گا .

حذف فعل

فعل کو حذف کرنا جائز ہے قرینہ قائم ہونے کے جواز میں

زید کی مثل جس نے کہا من قام اس شخص کے جواب

میں زید۔

سوال یہ ہے کہ کیوں حذف کیا گیا؟

جواب قرینہ قائم ہونے کی بنا پر سوال یہ ہے کہ قرینہ کیا ہے

یہاں پر قرینہ سوال محقق ہے یہاں پر۔

سوال میں قام فعل ہے اور اس قیام کے متعلق

پوچھا جا رہا ہے تو قرینہ سوال محقق ہے تو اس بنا پر فعل کو حذف

کرنا جائز ہے

شعر لِيُبْكَ يَزِيدُ ضَارِعٌ لِخُصُومَةٍ وَمُخْتَبِطٌ مِمَّا تُطِيحُ

الطَّوَائِحُ ترجمہ چاہیئے کہ یزید رویا جائے اور وہ شخص جو

دشمن سے عاجز اور ذلیل ہے۔ اور جس کو زمانے (اور حوادثات) نے پریشان کر دیا

وَلْيُبْكَ يَزِيدُ / يَزِيد رو یا جائے / اب سوال پیدا ہوا کہ یزید رو یا جائے
یعنی یزید پر رویا جائے۔ گویا کہ سوال پیدا ہوا کہ مَنْ يَبْكِيهِ کہ اس پر
کون روئے / الجواب يَبْكِي ضَارِعٌ لِخُصُومَةٍ روئے وہ شخص جو دشمنوں
سے عاجز ہے اور جس کو اس حادثہ زمانہ نے پریشان کر دیا۔
یہاں پر فعل يَبْكِي ضَارِعٌ اس کو حذف کر دیا
اصل میں تھا وَلْيُبْكَ يَزِيدُ يَبْكِي ضَارِعٌ لِخُصُومَةٍ
روئے وہ شخص جو دشمنوں سے عاجز ہے
اس پہ قرینہ پائے جانے کی بنا پر فعل کو حذف کر دیا جوازاً۔
(۲) وَإِنْ أَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ جیسے میں فعل کو حذف کرنا
واجب ہے: سوال یہ ہے کہ جیسے سے کیا مراد ہے
کہتے ہیں کہ اس مراد ہر وہ جگہ ہے جہاں فعل کے حذف کرنے پر قرینہ
ہو اور قرینہ ہونے کی بنا پر پہلے فعل کو حذف کر دیا ہو۔ (لطور جواز)

اور اس کے بعد ابہام پیدا ہو گیا ہو فعل کو حذف کر دینے کی وجہ سے

اس ابہام کو دور کرنے کے لیے ایک دوسرا فعل لاکر کے اس فعل کی

تفسیر کر دیا ہو۔ اب اس پہلے والے فعل کو حذف کرنا واجب ہو گیا کیونکہ

یہ دوسرا فعل تفسیر ہے اور جس کو حذف کیا وہ ہے مفسَّر اب اگر

اس فعل کو بھی یہاں لاکر ذکر کر دے تو مفسِّر اور مفسَّر کا اجتماع

لازم آئے گا اور یہ جائز نہیں ہے۔

اس کی اصل ہے وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ
اور اگر کوئی پناہ چاہے مشرکین میں سے کوئی ایک
یہاں پر قرینہ یہ پایا گیا کہ اِنْ فعل پر داخل ہوتا ہے اسم پر نہیں

تو اس قرینہ کی وجہ سے فعل کو حذف کر دیا گیا

(۳) اور کبھی فعل اور فاعل دونوں کو حذف کر دیا جاتا ہے نَعَمْ کے جیسا

میں اس شخص کے جواب جس نے کہا ں أَقَامَ زَيْدٌ کیا زید کھڑا ہوا

نَعَمْ ہاں / اصل میں تھا نَعَمْ قَامَ زَيْدٌ یہاں پر بھی سوال محقق ہے۔
سوال محقق آنے کی وجہ سے فعل اور فاعل دونوں حذف کر دیا گیا۔

Scanned by CamScanner

۲/۹/۹۲

تنازع فعلان

سوال: یہ کہ کس فعل کو عمل دیا جائے؟

جواب: جواب دونوں فعل کو عمل دینا جائز ہے

سوال: سوال یہ کہ جب دونوں فعل کو عمل دینا جائز ہے تو کیا دونوں فعل عمل دینے میں برابر ہے؟

جواب: تو ایسے ہیں کہ اس میں بصریوں اور کوفیوں کا اختلاف ہے۔ بصری حضرات فعل ثانی کو عمل دینے کا اختیار کیا!

اب سوال ہوا کے کیوں دینے کا اختیار کیا۔

اس کا جواب یہ کہ فعل الثانی اسم ظاہر کے قریب ہے اس کے قریب ہونے کی وجہ سے فعل ثانی کو عمل دینے کا اختیار کیا

اور کوفی حضرات فعل اول کو عمل دینے کا اختیار کرتے ہیں
سوال پیدا ہوا کیوں؟

اس لئے کہ وہ لوگ کہتے ہیں کہ وہ مقدم ہے اور مقدم
اپنا حصہ پانے میں سب سے آگے ہوتا ہے۔ اس لئے فعل اول
کو عمل دیا جائے گا۔

اور اگر آپ نے بصریوں کے مذہب کے مطابق فعل ثانی کو
عمل دے دیا تو فعل اول میں اسم ظاہر کے موافق ضمیر لائیں گے
جب وہ فاعل کا تقاضا کرے مثالاً واحد ہے تو واحد ، تثنیہ ہے
تو تثنیہ جمع ہے تو جمع مذکر ہے تو مذکر مؤنث ہے تو مؤنث
اس کی وجہ کیا ہے؟ تو کہتے ہیں کہ وجہ یہ ہے کہ اس ضمیر کا مرجع
بھی اسم ظاہر ہوگا

فاعل کو حذف نہیں کریں گے بلکہ فاعل کی ضمیر لائیں گے برخلاف کسائی کے

کسائی کہتے ہیں کہ ضمیر نہیں لائیں گے حذف کر دیں گے۔

بصری حضرات کہتے ہیں کہ حذف نہیں کریں گے بلکہ ضمیر لائیں گے

اس لیے کہ فاعل کلام میں عمدہ ہے اور عمدہ کا حذف کرنا جائز نہیں

کسائی کہتے ہیں کہ اگر حذف نہیں کیا جائے گا تو اضمار قبل ذکر لازم آئے گا

اور جائز نہیں جیسے ضربنی و اکرمنی زید ضربنی میں ھو ضمیر پوشیدہ

ہے اور وہ ضمیر لوٹ رہی ہے زید کی طرف تو ضمیر پہلے اور مرجع بعد میں

ہے تو اضمار قبل ذکر لازم آیا اور یہ جائز نہیں ہے۔

بصری حضرات نے کہا آپ نے اضمار قبل ذکر سے بچنے کے لیے آپ نے عمدہ

کو حذف کرنے کو کہا اور یہ عمدہ کو حذف جائز نہیں

بصری حضرات کہتے ہیں کہ عمدہ میں اضمار قبل ذکر بشرط تفسیر جائز ہے

مفعول کا حذف

امام فرا کہتے ہیں کہ حذف کرنا بھی جائز نہیں اور ضمیر لانا بھی

جائز نہیں! حذف کرنا اس لیے جائز نہیں کہ حذف کرنے سے

عمدہ کا حذف لازم آئے گا! اور ضمیر لانا بھی جائز نہیں اس لیے

کہ ضمیر لانے سے اضمار قبل ذکر لازم آئے گا اور یہ دونوں جائز نہیں۔

اس کا جواب یہ کہ اضمار قبل ذکر عمدہ میں بطور تفسیر جائز ہے

اب امام فرآ کا یہ کہنا درست نہیں ہے

اس لیے ضمیر لائینگے اور فعل ثانی کو عمل دینا جائز ہوگا

اور فعل اول کی ضمیر لائینگے

اور مفعول کو حذف کر دے یعنی بصریوں کے مذہب کے مطابق فعل

ثانی کو عمل دیا اور فعل اول فاعل کا تقاضا کرے تو مفعول کو حذف

کر دے! کیونکہ!

اس لیے کہ مفعول کلام فضلہ ہوتا ہے اور فضلہ کا حذف کرنا جائز ہے

یہاں پر ضمیر نہیں لا ئینگے اگر ضمیر لائینگے تو اضمار قبل ذکر لازم آئے گا

اور اضمار قبل ذکر جائز نہیں ہے تیسری صورت میں

مفعول حذف کر دینگے ۔ کب حذف کرینگے جب اگر اس مفعول

کی ضرورت نہ ہو ۔ مفعول کی ضرورت نہ ہونے کا مطلب :

یعنی وہ مفعول فعل قلب کے دو مفعولوں میں سے ایک نہ ہو

اگر افعال قلب کے مفعولوں میں سے ہو تو اس حذف کرنا جائز نہ ہوگا

ضمیر ضمیر اسم ظاہر

جیسے حسبنی وحسبت زیدًا منطلقًا اب لا محالا اس اسم ظاہر کو

فعل فاعل فعل فاعل

کرینگے جیسے حسبنی منطلقًا حسبت زیدًا منطلقًا

مفعول کو عمل دینا

اگر آپ نے بصریوں کے مذہب کے مطابق فعل اول کو عمل دیا

تو فعل ثانی میں فاعل کی ضمیر لائینگے جب کہ وہ فعل فاعل کا تقاضی

کرے جیسے ضربنی و اکرمنی زید۔

اور مفعول کی بھی ضمیر لائینگے مذہب مختار کے مطابق

یعنی فعل ثانی مفعول کا تقاضا کرے تو مفعول کی ضمیر لائینگے

مفعول کو حذف نہ کرینگے اگرچہ مفعول کا حذف کرنا جائز ہوتا

اس لئے کہ مفعول فضلہ ہے اور فضلہ کا حذف جائز ہے

لیکن یہاں ضمیر لانا زیادہ مختار ہے زیادہ پسندیدہ ہے

تو اس صورت میں اضمار قبل ذکر لازم نہیں آرہا ہے

کیونکہ اسم ظاہر کو فعل اول کا فاعل بنا دیئے ہے اور

ضمیر کا مرجع وہی اسم ظاہر تو اضمار قبل ذکر لازم نہیں

آئے گا۔

اگر ضمیر لانے سے بھی مانع ہو حذف کرنا بھی مانع ہو تو اس کو

فعل مفعول فعل فاعل اسم ظاہر

ظاہر کریں گے جیسے حسبنی و حسبت الزیدان منطلقا چونکہ

فعل اول چاہ رہا ہے الزیدان میرا فاعل بنے اور فعل ثانی چاہ رہا ہے

الزیدان مفعول بنے اور بصریوں کے مذہب کے مطابق فعل اول

کو عمل دیا اس وجہ سے الزیدان ہے ! اب حسبت میں ضمیر لانا

حذف کرنا جائز نہیں ہے ورنہ تو فعل قلب کے دو مفعولوں میں سے ایک

پر اختصار لازم آئے گا اور جائز نہیں تو یہاں پر ضمیر لائیں گے اس

اسم ظاہر کے مطابق اس لیے کہ وہی اسم ظاہر اس ضمیر کا مرجع ہے

فعل فاعل مفعول فعل فاعل مفعول

جیسے حسبنی و حسبتھما الزیدان منطلقا اب اس کے بعد منطلقا

ایک اسم ظاہر ہے فعل اول چاہ رہا ہے کہ منطلقا میرا مفعول ثانی بنے

اور حسبت چاہ رہا ہے کہ منطلقا میرا مفعول ثانی بنے اور جب

کوفیوں کے مذہب کے مطابق فعل اول کو عمل دے دیا یعنی

منطلقا کو : فعل اول کا مفعول ثانی بنا دیا !

تو اب فعل ثانی میں تین صورت ہو گئی ایک تو یہ کہ حذف کر دینگا

دوسری یہ کہ ضمیر لا دینگے تیسری صورت یہ کہ ظاہر کر دینگا

اب حذف کرنا جائز نہیں ہے اور ضمیر لانا بھی جائز نہیں

حذف کرنا اس لیے جائز نہیں کہ فعل قلب کے دو مفعولوں میں سے

ایک پر اختصار لازم آئیگا اور یہ جائز نہیں ۔

ضمیر لانا جائز نہیں اس لیے کہ ضمیر لائیں گے تو یا تو واحد

کی یا تثنیہ کی واحد کی ضمیر لا دینگے تو دونوں مفعولوں میں مطابقت

نہ ہوگی اس لیے کہ پہلا مفعول تثنیہ ہے اور فعل قلب کے دونوں

وحد تثنیہ کی

مفعول میں مطابقت ہونا ضروری ہے اس لیے واحد کی ضمیر نہیں لا سکتے

لانا بھی جائز نہیں

اور اگر تثنیہ کی ضمیر لائے تو راجع اور مرجع میں مطابقت تو ہوگی

اس لیے کہ

اس ضمیر کا مرجع منطلقا ہوگا اور منطلقا مفرد ہے تو واحد کی ضمیر

اور تثنیہ کی ضمیر بھی نہیں لا سکتے اب دو صورت باطل ہو گئی ؛

اب تشبیہ کی صورت میں لا   تو حالہ اس کو ظاہر کرینگے

اور کہینگے حسنی وحسن شبیہما منطبقین الزیدان مطلقاً

اب دونوں میں مطابقت ہو جائے گی اس لئے کہ دونوں تشبیہ

(۱) مالم یُسمَّ فاعلہ

مالم یُسمَّ فاعلہ جس کا فاعل حذف کر دیا گیا ہو۔ مالم یُسمَّ فاعلہ

اُس مفعول کو کہتے ہیں جس کے فاعل کو حذف کر دیا گیا ہو اور

اس مفعول کو فاعل کی جگہ قائم کیا گیا ہو۔

اُضْرِبَ هُوَ ۔ لا یُشْبَہ یہ معلوم جب ضمیر متصل پر کسی چیز کا عطف

کرنا ہے تو اس کی تاکید ضمیر منفصل سے لانا ضروری ہے

یہاں پر اُضْرِبَ هُوَ میں هُوَ ضمیر پوشیدہ نائب فاعل ہے اس ضمیر مرفوع متصل

پر کسی چیز کا عطف نہیں کیا جائے گا تو پھر هُوَ ضمیر مرفوع منفصل

سے اس کی تاکید کیوں لائی گئی؟

کہتے ہیں کہ اگر اس کی تاکید نہیں لاتے تو دو خرابی لازم آتی

ایک خرابی تو یہ معلوم کو کوئی سمجھ سکتا تھا کہ مقامہٗ منصوب

نہیں ہے بلکہ مقامُہٗ مرفوع ہے اور اُضْرِبَ کا نائب فاعل ہے اُقِیمَ مُقامَہٗ

اس کے مقام کو قائم کر دیا گیا ہو اور یہ معنیٰ درست نہیں ہے۔

اور دوسری خرابی یہ لازم آسکتی تھی کہ کوئی سوچ سکتا تھا کہ اُضْرِبْ

میں جو ضمیر پوشیدہ ہے وہ لوٹ رہی ہے فاعل کی طرف کیونکہ اس سے

پہلے ضرب میں فاعل کا ہی ذکر ہے حذف فاعلہ اور مفعول کا ذکر

اس سے بھی پہلے ہے مفعول کے لئے مفعول، حذف فاعلہ تو اُضْرِبْ سے پہلے

فاعل تو جو قریب ہوتا اس کو ہی مرجع بنا جاتا ہے تو اس سبب سے

ضمیر کا مرجع فاعل ہے اور اگر فاعل کو ضمیر کا مرجع قرار دے دیا جائے تو

جملہ میں خرابی لازم آئے گی معنی ہوگا فاعل کو فاعل کی جگہ قائم کر دیا

گیا ہے تو یہ دونوں احتمال کو جائز نہیں کہتے ہیں!

اور کہتے ہیں کہ باب علمت کے دوسرا مفعول اور باب اعلمت کا تیسرا مفعول

کی نائب فاعل نہیں بنا سکتے ہیں کہتے کیوں!

اس لئے کہ باب علمت کا مفعول ثانی مسند ہے مسند الیہ نہیں ہے

ایسے ہی باب اعلمت کا مفعول ثالث مسند ہے مسند الیہ نہیں ہے!

اب اگر باب عَلِمْتُ کا مفعول ثانی یا باب أَعْلَمْتُ کا مفعول ثالث
کو فاعل بنا دیا جائے تو فاعل مسند الیہ ہے تو ایک ہی لفظ کا مسند
بھی لازم آتا ہے اور مسند الیہ بھی تو یہ جائز نہیں ہے!
اور ایسے ہی مفعول لہ اور مفعول معہ کو بھی نائب فاعل نہیں بنا سکتا
اس لئے کہ مفعول لہ کی تعریف ہے کہ وہ فعل مذکور کی
علت کو بتاتا ہے، اور ضروری نہیں کہ ہر فعل کی علت ہو
اب اگر مفعول لہ فعل کی علت بتاتا ہے اس کو اگر نائب فاعل
بنا دیا جائے تو غیر ضروری کا ضروری ہونا لازم آئے گا اور یہ جائز نہیں
اور مفعول معہ کو بھی فاعل کی جگہ نہیں رکھ سکتے! اس کی وجہ یہ ہے
مفعول معہ وہ ہے جو واو بمعنی مع کے بعد ہو اب اگر
مفعول معہ کو فاعل کی جگہ رکھا جائے یعنی نائب فاعل بنایا
جائے تو دو حال سے خالی نہیں یا تو واو کے ساتھ یا واو کے بعد

اگر واو کے ساتھ اس کو فاعل کی جگہ رکھ دے تو مضمر ہوگا اس سے

کہ واو چاہتا ہے کہ اس کے بعد آنے والا لفظ فعل سے متصل نہ ہو

جیسے جاءَ البرد والجبات اب ۔ البرد کو ہٹا دیا جائے تو

واو الجبات ہوگا حالانکہ فاعل چاہتا ہے وہ فعل سے متصل ہو

پس واو کے ساتھ اس کو فاعل کی جگہ رکھنے لگے تو یہ درست نہیں ہے

اور اگر واو کے بغیر اس کو فاعل کی جگہ رکھیں گے تو یہ بھی درست

نہیں ہے اس لیے واو کے بغیر مفعول معہ ہی نہیں ہے اور یہ بھی درست نہیں

مفعول لہٗ اور مفعول معہٗ باب علمت کا مفعول ثانی اور باب اعلمت

کا مفعول ثالث کا نائب فاعل نہیں بنا سکتے اس کے علاوہ جتنے بھی مفعول

ہیں اس کا بنا سکتے ہیں!

سوال یہ تھا کہ کیا سب برابر ہے نائب فاعل بننے میں یا کسی کو زیادہ یا کسی کو کم

تو کہتے ہیں جب مفعول بہٖ پایا جائے نائب میں متعین ہو!

(۷)

اس لیے کہ مفعول الیہ کو سب سے زیادہ نسبت حاصل ہے مفعول

بہ کے بعد جس کو چاہوں نائب فاعل بناؤں

اور باب اعطیت کا پہلا مفعول زیادہ بہتر ہے مفعول سے

باب اعطیت سے مراد ہر وہ فعل ہے جو متعدی

بدو مفعول ہو اور کسی ایک مفعول پر اکتفا جائز ہو

المبتدأ والخبر

مرفوعات میں مبتدا اور خبر ہے!

سوال یہ ہے کہ مبتدا اور خبر مرفوعات کی مستقل الگ الگ قسم ہے
تو دونوں کو ایک ساتھ کیوں لایا گیا!

پہلا جواب یہ ہے کہ اگرچہ یہ دونوں مرفوعات کی مستقل ہے لیکن
یہ دونوں لازم اور ملزوم ہے جہاں مبتدا ہوگا وہاں خبر ہوگی
جہاں خبر ہوگی وہاں مبتدا ہوگا اس لیے دونوں کو ایک ساتھ جمع کیا۔

مبتدا کی تعریف =
مبتدا وہ اسم ہے جو عوامل لفظیہ سے خالی ہو
مسند الیہ ہو!

سوال یہ ہے کہ کہا گیا ہے کہ مبتدا وہ اسم ہے جو عوامل لفظیہ سے خالی ہو
تو عوامل عامل کی جمع ہے اور جمع کے لیے کم از کم تین کا ہونا
ضروری ہے یہ تعریف بھی درست نہیں ہو رہی!

اگر یہ جواب دیا جائے کہ یہاں پر جمع سے مراد ما فوق الواحد ہے

کہ کبھی ایک کے اوپر جو ہے اس کی بھی جمع یعنی دو کی جمع بنایا جاتا ہے

تب بھی بات نہیں ہوتی مطلب یہ ہوا کہ دو عوامل لفظیہ سے خالی ہو

صحیح جواب یہ ہے کہ جب جمع پر الف لام داخل ہوتا ہے

تو اس کی جمعیت باطل ہو جاتی ہے اور وہ مطلقاً استغراق

کو بیان کرتی ہے اب مطلب ہوگا عوامل لفظی کے ہر فرد سے خالی ہو

اور اگر صیغہ صفت مطابق ہو دو اس کے کہ وہ مفرد ہو دونوں میں جائز ہے

کس کے مطابق / اسم ظاہر کے مطابق ہو مفرد ہونے میں یعنی صیغہ صفت بھی

مفرد ہو اور اسم ظاہر بھی مفرد ہو تو دونوں وجہ جائز ہے

جیسے أقائم زید، ما قائم زید یہ دونوں مفرد ہے اور دونوں جائز ہے

ایک تو یہ صیغہ صفت مبتدا ہو اس کا مابعد اس کا فاعل قائم مقام

خبر ہے اور دوسری صورت یہ ہے کہ صیغہ صفت خبر ہو اور اس کا

مابعد مبتدا ہو، جیسے ما قائم زید یہ دونوں وجہ جائز ہے! کیوں

اس لئے کہ صیغہ صفت میں ضمیر نکالنے کی ضرورت نہیں پڑتی ہے

تو اضمار قبل ذکر بھی لازم نہیں آئے گا اگر اس کو خبر مقدم بنا دیا

اور اس کے مابعد کو مبتدا مؤخر کر دے برخلاف اس کے جب

تثنیہ یا جمع میں مطابق ہو۔ جیسے أقائمان الزیدان یا أقائمون الزیدون

پھر دو وجہ جائز نہیں ہے بلکہ اس وقت صیغۂ صفت کا خبر ہونا متعین ہے

اس لئے کہ صیغہ صفت رفع نہیں دے رہی ہے اسم ظاہر کو مبتدا ہونے کے لئے

رفع دینا ضروری ہے / رفع کیوں نہیں دے رہی ہے / اس لئے کہ یہ عمل کرنے

میں فعل کی طرح ہے اور فعل فاعل کو رفع دیتا ہے تو صیغہ صفت

اسم ظاہر کو رفع دے گی / اب اگر یہ رفع دیتی اس صورت میں

تو اسم ظاہر چاہئے تثنیہ ہو چاہے جمع ہو ہر صورت میں صیغہ صفت مفرد ہوتا

ہے کہ وہ فعل میں یہی ہے قاعدہ کہ فاعل اسم ظاہر ہو تو فعل ہمیشہ مفرد ہوگا
تو لیکن صیغہ صفت کے تثنیہ یا جمع لانے سے یہ بات ثابت ہوگی کہ وہ اسم ظاہر کو رفع
نہیں دے گا تو خبر ہونے کے لئے متعین ہے مبتدا ہونے کی شرط یہ تھی کہ وہ اسم ظاہر کو رفع
دے

(۹) کبھی جملہ خبر ہوتی ہے

کبھی خبر جملہ ہوتی ہے جیسے زید ابوہ قائم اور زید قام ابوہ پہلی مثال جملہ اسمیہ کی ہے اور دوسری مثال جملہ خبریہ کی ہے بخلاف ہو من عائد! ترجمہ: جب خبر جملہ ہو تو اس میں ایک ضمیر کا ہونا ضروری ہے جو لوٹے مبتدا کی طرف! کیونکہ جملہ بذات خود مستقل ہوتا ہے اس نے کو کسی کی ضرورت یا حاجت نہیں ہوتی ہے! اور اگر جملہ ہو اور اس میں ایک ایسی ضمیر نہ ہو جو مبتدا کی طرف لوٹے! تو اس صورت میں خبر کا مبتدا سے تعلق ہی نہ رہے گا. کیونکہ جملہ ہے اور جملہ مستقل ہوتا ہے اس لیے کہا کہ خبر جملہ ہو تو اس میں ایک ضمیر کا ہونا ضروری ہے جو لوٹے مبتدا کی طرف تاکہ یہ ضمیر ایک پیوست مین کا کام کرے اور خبر کا تعلق بنائے رکھے!

اور کبھی اس ضمیر کو حذف بھی کر دیا جاتا ہے قرینہ کے پائے جانے کی وجہ سے جیسے البر الکر بستین درھما بستین جملہ ہے اس کے ضمیر کو حذف کر دیا گیا ہے قرینہ کی وجہ سے اصل عبارت یہ ہے البر الکر منہ بستین درھما یہاں قرینہ یہ ہے کہ گیہوں بیچنے والا بستین کہہ کر کے گیہوں ہی کا دام بتائے گا نہ کے کسی اور چیز کا تو اس قرینہ کے پائے جانے کی وجہ سے منہ کو حذف کر دیا

وما وقع ظرفاً کا ترجمہ اور وہ خبر جو ظرف واقع ہو

اور اکثر حضرات اس بات پر ہے کہ یہ جملہ کے ساتھ مقدر ہوتا ہے یعنی خبر جب ظرف ہو تو ظرف کے لئے عامل کا ہونا ضروری ہے اور فعل عمل کرنے میں اصل ہے اس لئے اکثر حضرات کہتے ہیں کہ وہ جملہ کے ساتھ مقدر ہوتا ہے جیسے زید فی الدار زید مبتدا فی الدار خبر جو ظرف ہے!

(B)

تو ان حضرات کے نزدیک تبدیل واقع ہوگی زید کائن المستقر فی الدار

زید گھر میں مستقر ہے موجود ہے المستقر فعل محذوف ہوگا

کہتے ہیں کیوں کہ فعل کو محذوف مانتے ہیں اس لئے کے

ظرف میں عامل کی ضرورت ہے اور فعل عمل میں اصل ہوتا ہے

الجواب / فعل اکثر کیا اسی سے سمجھ میں آگیا کہ بعض

حضرات ایسے ہیں جو جملہ کے ساتھ متعین نہیں رکھتے ہیں بلکہ مضمر کے

ساتھ مقدر مانتے ہیں / کیوں / یہ حضرات کہتے ہیں خبر اور ظرف کی

بات چل رہی ہے اور خبر کے لئے اصل یہ ہے کہ مفرد ہو جملہ نہ ہو

تو زید فی الدار کی ترکیب وحدات کے مطابق ہوگی یہی نہیں

زید مستقر فی الدار

مبتدا کا مقدم وجب

(۱) ترجمہ: واجب مبتدا مشتمل ہو اس پر جس کے لئے صدر کلام ہو

جیسے من ابوک کون ہے تیرا باپ من ابوک میں مبتدا کو مقدم کرنا

اس لئے واجب ہے کہ مَن حرف استفہام مبتدا ہے اور صدارت

کلام چاہتا ہے اگر مبتدا کو مقدم نہ کیا جائے بلکہ مؤخر کرنا جائز ہو

تو مبتدا کی صدارت باطل ہو جائے گی تو بطلان صدارت سے بچانے

کے لئے مبتدا کو مقدم کرنا واجب ہے۔

(۲) اور جب دونوں کے دونوں معرفہ ہو جیسے زیدٌ المنطلق

یا المنطلقُ زیدٌ یہ دونوں معرفہ ہے اور کسی کے مبتدا ہونے پر

کوئی ذریعہ نہیں ہے تو اس صورت میں مبتدا کو مقدم کرنا واجب ہے

اگر مقدم کرنا واجب نہ ہو مؤخر کرنا جائز ہو تو التباس لازم

آئے گا مبتدا اور خبر کے درمیان تو اس صورت میں مبتدا کو

مقدم کرنا واجب ہے

اسی طرح جب تخصیص کے معنی میں جمع ملاکر ہو

اصل تخصیص میں دونوں برابر ہو خواہ کسی میں تخصیص کم ہو

کسی میں تخصیص زیادہ ہو جیسے اَفضَلُ منكَ اَفضَلُ منّي

تجھ سے بہتر مجھ سے بہتر ہے، افضلُ منكَ مبتدا افضلُ منّي خبر

دونوں میں تخصیص ہے کیونکہ دونوں اسم تفضیل بمعنی ہے من کے

ساتھ استعمال کیا گیا ہے افضلُ منكَ میں زیادہ تخصیص ہے افضلُ منّي

کے بنسبت کیونکہ اس کی اضافت متکلم کی طرف ہے اور اس کی

مخاطب کی طرف تو متکلم میں زیادہ تخصیص ہے بنسبت مخاطب

کے تو دونوں تخصیص میں برابر ہے اس لئے مبتدا کو مقدم کرنا

یہاں واجب ہے کہ یہاں بھی التباس لازم آتا ہے لہذا اس

صورت میں بھی مبتدا کو مقدم کرنا واجب ہے۔

(۳) اور جب خبر مبتدا کی فعل ہو جیسے زیدٌ قام زید کھڑا ہوا زید مبتدا ہے قائم خبر ہے اور یہ قیام اسی فعل کا فعل ہے اب اگر اس صورت میں مقدم کرنا واجب نہ بلکہ مؤخر کرنا جائز ہو تو مبتدا کا فاعل سے التباس لازم آئےگا تو اس التباس سے بچنے کے لئے یہاں مبتدا کو مقدم کرنا واجب ہے

ترجمہ

(۱) جب خبر مفرد متضمن ہو اس کو جس کے لیے صدر الکلام ہے
جیسے ابن زیدٌ کہاں ہے زیدٌ

(۲) اور خبر مبتدا کے لیے مصحح ہو جیسے فی الدار رجلٌ

(۳) یا خبر کے متعلق کوئی ضمیر ہو مبتدا میں جیسے
على التمرة مثلها زبدًا کھجور پر اس کے مثل مسکہ

(۴) یا اَنَّ کی خبر ہو مثلاً عندی انّک قائمٌ میرے نزدیک تو کھڑا ہے
تو ان تمام صورت میں خبر کو مقدم کرنا واجب ہے

---

(۱) پہلی صورت جب خبر مفرد متضمن ہے اس کو جس کے لیے
صدر کلام ہے اس وقت خبر کو مبتدا پر مقدم کرنا واجب ہے

کیوں ؟ اس لئے کہ خبر کو مبتدا پر مقدم کرنا واجب نہ بلکہ صرف
جائز ہو تو مؤخر کرنا بھی جائز ہوگا اگر مؤخر کردینگے تو اس کی

(۱) اس کی صدارت باطل ہو جائے گی اس لیے بطلان صدارت سے

بچنے کے لیے اور صدارت کی حفاظت کے لیے خبر کو مقدم کرنا واجب ہے

(۲) دوسری صورت یا خبر مبتدا کے لیے مصحح ہو خبر ہی مبتدا کو

نکرا ر صحیح کرنے والی ہو اس صورت میں بھی خبر کو مبتدا پر مقدم کرنا

واجب ہے جیسے فی الدار رجل اگر واجب نہ ہو تو رجل فی الدار کہیں گے

تو رجل کا مبتدا واقع ہونا درست نہیں ہوگا!

(۳) تیسری صورت یا خبر کے متعلق کوئی ضمیر ہو مبتدا میں تو خبر کو مقدم

کرنا واجب ہوگا ورنہ مقدم نہ کریں گے تو اضمار قبل ذکر لازم آئے گا

لفظاً اور رتبۃً اور یہ جائز نہیں ہے

(۴) چوتھی صورت یا اَنَّ کی خبر ہو تو اس صورت میں بھی خبر کو مقدم کرنا

واجب ہے اگر واجب نہ ہو بلکہ مؤخر بھی کر دیں تو اَنَّ کا اِنَّ سے

التباس لازم آئے گا اس لئے کہ درمیان کلام میں ہو تو اَنَّ اور شروع کلام میں ہو تو

اِنَّ! عندی انک قائم ہے عندی کو مؤخر کر دے انک قائم عندی ہوگا اس لئے

اس کو مقدم کرنا ضروری ہے کہ وہ درمیان کلام میں واقع ہو اور اَنَّ ہونا متعین ہو!

Scanned by CamScanner

کبھی خبر متعدد ہوتی ہے یعنی مبتدا ایک اور خبر چند ہوتی ہے

جیسے زیدٌ عالمٌ عاقلٌ ۔ خبر کے متعدد ہونے کی دو قسم ہے

ایک بالعطف اور بغیر العطف ۔ بالعطف کی مثال زیدٌ عالمٌ و عاقلٌ

و فاضلٌ وغیرہ / بغیر العطف کی مثال زیدٌ عالمٌ عاقلٌ یہاں پر

ایک ہی قسم بیان کیا بغیر العطف کو بالعطف کو بیان نہیں کیا

اس لیے کہ بالعطف بہت مشہور و معروف ہے اس کو بیان کرنے کی

ضرورت نہیں ہے / مبتدا ایک ہو اور خبر چند ہو ایسا جائز

ہے؟ کیسے ہے کیوں / وہ اس لیے کہ مبتدا بامنزل موصوف ہے اور

خبر بامنزل صفت ہے اور ایک موصوف کی چند صفت ہوتی ہے

اس لیے ایک مبتدا کی چند خبریں جائز ہے /

ترجمہ

اور کبھی مبتدا معنی شرط کو متضمن ہو تو خبر میں فا کا داخل ہونا صحیح ہوتا ہے

اور وہ مبتدا جو معنی شرط کو متضمن ہو وہ اسم موصول ہے جو فعل یا ظرف

کے ساتھ ہو یا وہ نکرہ ہے جو فعل یا ظرف کے ساتھ متصف ہو

جیسے فعل کی مثال الذی یاتینی فلہ درھم وہ جو میرے پاس آئے

اس کو ایک درھم ہے۔ الذی اسم موصول ہے یاتینی فعل کے ساتھ ملا ہوا ہے

ظرف کی مثال جیسے الذی فی الدار فلہ درھم وہ جو گھر میں ہے

اس کے لیے ایک درھم ہے۔

فعل
اور نکرہ کی مثال جیسے کل رجل یاتینی فلہ درھم ہر وہ مرد جو میرے پاس

آئے اس کے لیے درھم ہے کل رجل نکرہ ہے یاتینی فعل کے ساتھ متصل ہے

نکرہ ظرف کی مثال جیسے کل رجل فی الدار فلہ درھم ہر وہ مرد جو گھر میں ہے

اس کے لیے درھم ہے۔

لیت اور لعل دونوں خبر پر فا کے داخل ہونے سے بالاتفاق معنیٰ

ہے یعنی اگر مبتدا پر لیت اور لعل داخل ہو جائے تو اب خبر پر فا داخل

نہیں ہو گی اس لیے کہ جب مبتدا پر لیت لعل داخل ہو جائے تو

مبتدا شرط کے معنی میں نہ ہو گا جب مبتدا شرط کے معنی میں نہیں ہو گا

تو خبر جزا کے منزل میں نہیں ہو گی اور جب خبر جزا کے منزل میں

نہیں ہو گی تو اس پر فا داخل کرنا بھی صحیح نہیں ہو گا ۔

اب بات یہ کہ لیت لعل مبتدا پر داخل ہو جائے تو شرط کے معنی میں کیوں

نہیں ہو گا اس لیے کہ شرط ہونے کے لیے جملہ خبریہ چاہیئے اور لیت لعل

خبریت کو نکال کر انشائیت کی طرف لے جاتی ہے کیوں کہ لیت

انشاء تمنی کے لیے ہے اور لعل انشاء ترجی کے لیے ہے جب یہ دونوں داخل

ہو جائے تو مبتدا کو معنی شرط سے نکال دیا جب یہ معنی شرط سے نکل گیا تو

خبر جزا کے منزل میں نہیں ہو گی جب خبر جزا کے منزل میں نہیں ہو گی تو اس

تو اس پر فا داخل نہیں ہوگا اس لیے کہ لیت لعل یہ دونوں خبر پر
فا کے داخل ہونے سے بالاتفاق مانع ہے

ترجمہ بعض حضرات نے اِنَّ مکسورہ کو لیت اور لعل کے ساتھ لاحق کیا
مطلب یہ ہے کہ جس طرح سے لیت اور لعل خبر میں فا کے داخل ہونے
سے مانع ہے بعض حضرات کہتے ہیں کہ ایسے ہی اِنَّ خبر میں فا کے داخل
ہونے سے مانع ہے کیوں؟ ان کی دلیل یہ ہے کہ شرط و جزا تردید کے لیے
ہوتی ہے اور اِنَّ تحقیق کے لیے آتا ہے اور جب اِنَّ داخل ہو گیا تو
تردید ختم ہو گئی اور تحقیق پیدا ہو گیا لہذا شرط و جزا بھی اپنے معنی
میں نہیں رہا تو اس لیے اس کی خبر میں فا داخل نہیں ہوگا۔
بعض نے کہا یہ قول ضعیف ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اگر چہ اِنَّ تحقیق
کے لیے ہے لیکن اِنَّ داخل ہونے کے بعد بھی شرط و جزا کو خبریت سے نکال
کر انشائیت میں داخل نہیں کرتا۔

جس طرح لیت لعل خبریت سے نکال کر انشائیت میں کرتا ہے

پس جب وہاں شرط و جزا یا خبر معنیٰ خبریت موجود ہے تو اس جز میں

فا کا دخول صحیح ہوگا۔

دوسرا اعتراض یہ وارد ہوگا جس طرح بعض حضرات نے اِنَّ کے

تعلق سے کہا ہے اِنَّ خبر میں فا کے دخول سے مانع ہے ایسے ہی

بعض نے اَنَّ کے بارے میں بھی کہا ہے کہ اِنَّ کو ذکر کیا اَنَّ کو ذکر کیوں نہیں کیا

کہنا چاہیے تاکہ الحق بعضھم اِنَّ و اَنَّ بھیما مترجمہ بعض حضرات نے اِنَّ اور

اَنَّ کو دونوں کے ساتھ لاحق کیا اَنَّ کو کیوں ذکر نہیں کیا۔

کہتے ہیں کہ اِنَّ کے قائلین بہت معتبر اور مستحض حضرات ہیں جیسے

امام سیبویہ وغیرہ۔ برخلاف اَنَّ کے قائلین کے وہ حضرات اسے مشہور اور

اور جیسا کہ امیر تو عمل ہے اس لیے قائلین کی طرف نسبت کرتے ہوئے اِنَّ کو

ذکر کیا اور اَنَّ کو ذکر نہیں کیا۔

ترجمہ اور کبھی مسند الیہ کو حذف کیا جاتا ہے قرینہ پائے جانے کی وجہ سے بطور جواز

اور وہ قرینہ خواہ لفظیہ ہو یا عقلیہ یا حالیہ ہو جیسے چاند دیکھنے والے کا قول

الھلالُ واللّٰہ چاند خدا کی قسم اب یہاں پر اصل میں تھا ھٰذا الھلالُ واللّٰہ

یہ چاند خدا کی قسم اب یہاں قرینہ یہ ہے کہ چاند دیکھنے والا چاند کے بارے میں بتا رہا ہے

یہاں پر قرینہ قرینۂ حالیہ ہے اسی حالیت کی وجہ سے ھٰذا مبتدا کو حذف

کر دیا اور واللّٰہ کی اضافت اہلِ عرب کی عادت کے مطابق ہے اگر واللّٰہ

قسم کے بعد ذکر نہ کیا جاتا تو یہ احتمال ہوتا کہ شاید یہاں پر الھلال

مرفوع نہیں بلکہ منصوب ہے اور اس سے پہلے فعل محذوف ہے جیسے رائیتُ الھلالَ

مبتدا کے محذوف کی مثال نہیں بن پاتی جب واللّٰہ کی طرف کر دیا جو قسم ہے

تو یہاں فعل محذوف نہیں بلکہ مبتدا محذوف ہے سوال کیا جا سکتا ہے

کہ مبتدا کے محذوف ہونے کی مثال آپ نے دی یہاں یہ بھی ہو سکتا ہے

الھلالُ ھٰذا خبر محذوف ہے الھلالُ خود مبتدا ہے اور ھٰذا خبر محذوف ہے

کہتے ہیں جواب اگر خبر محذوف مانتے ہیں مبتدا محذوف نہیں مانتے تو مطلب

میں خرابی لازم آئے گی کہ یہاں چاند دیکھنے والے کا مقصود یہ ہے کہ ایک چیز

پہلے سے موجود ہے اس کی طرف اشارہ کر کے ثبوت الہلال کا حکم لگایا

اور یہ کب ہوگا جب مبتدا محذوف مانا جائے گا ھذا الہلال ورنہ درست نہیں ہوگا

ترجمہ: اور خبر کو بھی حذف کیا جاتا ہے بطور جواز جیسے خرجت فاذا میں نکلا

اچانک پھاڑ کھانے والا درندہ کھڑا تھا یہاں پر موجود خبر محذوف ہے

قرینہ فاذا ہے جو کسی شئی کو اچانک ہونے پر دلالت کرتا ہے اور وہ

دلالت کرتا ہے فعل عام کے محذوف ہونے پر جیسے موجود وغیرہ

موجود افعال عامہ میں سے ہے اس کو حذف کرنے سے اذا قتل ہو گیا

ترجمہ خبر کو حذف کیا جاتا ہے اس صورت میں جب اس کی جگہ میں اس کے غیر کو لازم کر دیا گیا ہو، تو اس صورت میں خبر کو حذف کرنا واجب ہے اس لیے کہ اگر خبر کو وجوبی طور پر حذف نہ کیا جائے بلکہ ذکر بھی کیا جائے تو اس صورت میں اس کا اجتماع لازم آئے گا۔ جیسے لولا زید لکان کذا اگر زید نہ ہوتا تو ایسا ہوتا اس سے مراد یہ وہ جگہ ہے جہاں مبتدا لولا کے بعد واقع ہو اور خبر افعال عامہ میں سے ہو۔ تو لولا افعال عامہ میں دلالت کرتا ہے کہ تو اس دلالت کی وجہ سے افعال عامہ حذف کر دیے جاتے ہیں اور لولا کا جواب قائم مقام ہو جیسے لولا زید موجود لکان کذا اگر زید موجود نہ ہوتا تو ایسا ہو جاتا / زید مبتدا ہے اور موجود خبر افعال عامہ میں سے ہے۔ جس پر دلالت کرنے والا لولا موجود ہے تو اس قرینہ کی وجہ سے اسے بھی حذف کرنا جائز ہے لیکن اس کے لکان کذا یہ جواب لولا اس کی جگہ قائم ہے تو قرینہ بھی پایا گیا اور قائم مقام بھی اور جب قائم مقام پایا جائے تو خبر کا حذف کرنا واجب ہے۔

اور مثال ضربی زیداً قائماً اس سے مراد ہر وہ جگہ ہے جہاں مبتدا مصدر ہو اور اس

کی اضافت فاعل یا مفعول کی طرف کی جائے اور اس کے بعد فاعل یا مفعول سے یا دونوں

سے حال واقع ہو تو ایسی جگہ میں خبر کو حذف کرنا واجب ہے یہ اصل میں تھا

ضربی زیداً اذا کان قائماً امیر زید کو مارنا پایا گیا حاصل ہوا حاصل طور پر جب کہ وہ کھڑا تھا

حاصل سے اس حاصل کو حذف ہے اذا کان پر متعلق ہے

کر دیا کہ اذا کان اسی کے متعلق دلالت کرنے والا ہو جائے اور پھر اذا کان کو

حذف کر دیا قائماً کی وجہ سے اس لئے کہ قائماً حال ہے اور حال ظرف میں ایک

خاص قسم کی مشابہت ہے اس لئے اذا کان کو حذف کر دیا تو قائماً اصل میں

قائم مقام میں اذا کان کے اور اذا کان قائم مقام ہے حاصل کے تو اذا کان کے واسطے سے

قائماً قائم مقام ہوا حاصل کے جو خبر ہے خبر کو قائم مقام پانے کی وجہ سے حذف

کرنا واجب ہو گیا ۔ ورنہ تو اس میں خلف کا اجتماع لازم آتا اور یہ جائز نہیں ہے

NOTES

(۳) وکلُّ رجلٍ وضیعتہٗ ہر شخص اپنی صنعت اور حرفت کے ساتھ ہے اس سے مراد ہر وہ ترکیب ہے
جہاں خبر معنی مقارنت کو شامل ہو اور واو مع کے ذریعہ سے کسی اسم کو اس خبر پر عطف
کیا جائے اصل میں تھا کلُّ رجلٍ مقرونٌ وضیعتہٗ = مقرونٌ خبر ہے معنی مقارنت کو شامل ہے اس کو
حذف کر دیا کیونکہ قرینہ اس پر واو بمعنی مع ہے اب اس واو بمعنی مع کے ذریعہ سے اس دوسرے
اسم کو خبر پہ عطف کیا گیا ہے اور وہی اس کے قائم مقام ہے تو اس صورت میں خبر کو حذف
کرنا واجب ہو گیا ورنہ اصل خلف کا اجتماع لازم آتا اور یہ جائز نہیں ہے ا

(۴)

(۴) لعمرک لافعلنّ کذا تیری زندگی کی قسم میں ضرور ایسا کرونگا اس سے مراد ہر وہ
ترکیب ہے جہاں مبتدا مقسوم بہ ہو اور لفظ قسم ہو اصل عبارت یہ ہے لعمرک قسمی
لافعلنّ کذا تیرے عمر کی تیرے زندگی کی میری قسم میں ضرور ایسا کرونگا تو عمرک مقسوم بہ
مبتدا ہے لفظ قسمی خبر ہے اور خبر کو حذف کر دیا اس پر قرینہ یہ ہے کہ لام قسمیہ اس پر
بلا اتفاق ہے دلالت پر قرینہ موجود ہے اور جواب قسم لافعلنّ کذا اس خبر کی جگہ
قائم مقام ہے تو اب خبر کے ساتھ قرینہ قائم مقام موجود ہے اس لئے خبر کو حذف کرنا
واجب ہے ورنہ تو اصل و خلف کا اجتماع لازم آئے گا اور یہ جائز نہیں ہے

۲۱/۴/۹۲ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لائے نفی جنس کی خبر

ترجمہ: لا کی خبر جنس کی نفی کرنے کے لیے ہے وہ مسند ہوتی ہے اس کے داخل ہونے کے بعد جیسے لا غلام رجلٍ ظریفٌ فیھا یہاں پر ظریفٌ خبر اول ہے اور فیھا خبر ثانی اور دونوں مسند ہیں لا کے داخل ہونے کے بعد۔

ترجمہ: اور لائے نفی جنس کی خبر اکثر محذوف ہوتی ہے جب کی اس کی خبر افعال عامہ میں سے ہو کیونکہ لائے نفی جنس اس پر دلالت کرتا ہے۔

ترجمہ: بنو تمیم اس کو ثابت ہی نہیں مانتے۔ اس کا دو مطلب ہے ایک یہ ہے کہ اس کو محذوف مانتے ہیں بطور وجوب یعنی مذکور ہونا ثابت نہیں مانتے ہیں جیسے لا اھلاً ولا مالاً یہاں پر خبر محذوف ہے اور اس کا محذوف ہونا واجب ہے اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ وہ لائے نفی جنس کی خبر کو ثابت نہیں مانتے ہیں کہ یعنی نہ تو لفظاً نہ تو حذفاً مانتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ لائے نفی جنس کی خبر ہے ہی نہیں اس کا وجود ہی نہیں جیسے التفعل مالو ولا اھلو یہاں پر خبر محذوف ماننے کی کوئی محل نہیں ہے۔

ترجمہ: ما اور لا مشابہ بلیس کا اسم یہ دونوں لیس کا مشابہ ہے اسمیت پر داخل ہونے میں۔ جیسے لیس نفی کا معنی دیتا ہے ویسے ہی ما اور لا بھی نفی کا معنی دیتا ہے جیسے لیس اسم پر داخل ہوتا ہے ویسے ہی ما اور لا بھی داخل ہوتا اس معنی پر ان دونوں کو لیس سے مشابہت حاصل ہے۔

ترجمہ: ما اور لا کا اسم وہ ہے جو مسند الیہ ہوتا ہے ان دونوں کے داخل ہونے کے بعد جیسے ما زیدٌ قائماً و لا رجلٌ افضلَ منک اس میں زید ما کا اسم ہے اس کے داخل ہونے کے بعد اور لا رجلٌ میں رجلٌ لا کا اسم ہے اس کے داخل ہونے کے بعد۔

ترجمہ: اور وہ لا میں شاذ ہے یعنی لیس کا عمل ما اور لا کے مشابہ ہے لیس اور عمل میں شاذ ہے جیسے لیس حال کی نفی کرتا ہے اور لا مضارع میں استقبال کی نفی کے لیے ہے اور اسی میں حال کی نفی کے لیے ہے برخلاف ما کے لیس بھی نفی حال کے لیے اور ما بھی نفی حال ہی کے لیے ہے اور لیس کا عمل ما میں کامل ہے اس لیے لیس کی مشابہت ناقص ہوگی اس لیے کہا گیا ہے لا میں شاذ ہے

المنصوبات

ترجمہ — اسم منصوب وہ ہے جو مشتمل ہو مفعول ہونے کی علامت پر

منصوبات یا تو منصوب کی جمع ہے یا تو منصوبۃ کی جمع ہے!
دونوں ماننا درست نہیں ہے!
منصوب کی جمع ماننا درست اس لیے نہیں ھکہ منصوبات جمع مؤنث سالم ہے تو واحد بھی مؤنث ہونا چاہیے!
اور منصوبۃ کی جمع اس لیے نہیں ہو سکتا کہ وہ اسم کی صفت ہے اس میں ہے تو اس کی صفت بھی ہونا چاہیے لہذا منصوبۃ کی بھی جمع نہیں ہوگا مذکور

منصوبات منصوب ہی کی جمع ہے رہا آپ کا کہنا کہ منصوبات یہ جمع مؤنث سالم ہے اس کا واحد بھی مؤنث ہونا چاہیے یہ تو ہمیں تسلیم نہیں ہے! موصوف مذکر لا یا کل کی جمع الف اور تا کے ساتھ آتی ہے تو یہ موصوف مذکور غیر ذوی العقول کی صفت ہے اس منصوبات الف اور تا کے ساتھ آیا!

سوال — یہ ھکہ ھو ضمیر کا مرجع کون ہے! اگر منصوبات ہو تو راجع اور مرجع میں مطابقت نہ ہوگی اور اگر ھو ضمیر کا مرجع منصوب ہو تو الاضمار قبل الذکر لازم آئے گا! اس لیے کہ منصوبات تو مذکور ہے منصوب نہیں ہے اس جواب یہ ھکہ ھو ضمیر کا مرجع منصوب ہی ہے اور منصوبات کے ضمن میں منصوب مذکور ہے اس لیے کہ کہا گیا ہے ھکہ منصوبات منصوب کی جمع ہے اور جمع کے ضمن میں مفرد ہوتا ہے

مفعول ہونے کی علامت فتحہ، کسرہ، الف اور یاء ہے جیسے رأیت زیداً و مسلمات و اباک و مسلمین

سوال ہوتا ہے کہ آپ نے کہا کہ منصوب وہ ہو مفعولیت کی علامت پر مشتمل ہو تو یہاں پر مفعولیت کی علامت ہونے کے باوجود وہ منصوب نہیں ہے جیسے مررت بمسلمات یہاں پر مسلمات علامت مفعولیت کے کسرہ پر مشتمل ہے لیکن اس کے باوجود وہ منصوبات میں سے نہیں ہے وہ تو مجرورات میں سے ہے

جواب یہ ہے کہ تعریفات میں حیثیت کا اعتبار ہوتا ہے اور یہاں بھی حیثیت کی قید معتبر ہوگی اب تو کہا جائے گا کہ اسم منصوب وہ ہے جو مفعولیت کی علامت پر مشتمل ہو مفعولیت کی علامت ہونے کی حیثیت سے اور یہاں مررت بمسلمات میں مفعول کی علامت تو ہے لیکن مفعول ہونے کی حیثیت سے نہیں ہے بلکہ مجرور کی حیثیت سے ہے لہذا یہ اس پر یہ تعریف صادق نہیں آئے گی اور جب یہ تعریف اس پر صادق نہیں آئے گی تو تعریف دخول غیر سے مانع ہوگی!

مفعول مطلق

مفعول مطلق کو تمام منصوبات میں مقدم کیا ! کیوں

جواب: ایک وجہ تو یہ کہ مقدم کرنے کا کہ مفعول مطلق کے علاوہ جو دیگر منصوبات
ہیں دیگر مفاعل ہیں وہ کسی نہ کسی کید کے ساتھ مکید ہے جیسے مفعول بہ
بہ کے ساتھ کید مفعول لہ لہ کے ساتھ کید مفعول معہ معہ کے ساتھ کید وغیرہ
برخلاف مفعول مطلق کے وہ کسی کے ساتھ کید میں نہیں ہے اور مطلق کا
مقام یہ ہے کہ وہ طبعاً مقدم ہو تو ذکر میں بھی مقدم کر دیا تاکہ ذکر طبعاً
کے مطابق ہو جائے!

سوال یہ ہے کہ جناب مفعول مطلق بھی تو مطلق کے کید کے ساتھ مکید ہے

جواب یہ ہے کہ کید وہ ہوتا ہے جو مکید سے خارج ہو اور یہاں پر
مفعول مطلق میں مطلق اس مفعول کے نفس مفہوم سے خارج نہیں ہے
بلکہ صرف نفس مفہوم کی ادائیگی میں موجود ہے اس لئے کید نہ ہوگی

دوسرا جواب یہ ہے کہ اس لئے مقدم کیا کہ مرفوعات میں اس کے فاعل کو مبتدا پر
مقدم کیا تھا اس کے اصل مرفوعات ہونے کی وجہ سے اس لئے اس کو تمام مرفوعات
پر مقدم کیا تھا اور منصوبات میں مفعول مطلق کو تمام منصوبات پر مقدم
کیا اس لئے کہ مفعول مطلق کو فاعل سے مشابہت حاصل ہے چونکہ جس طرح
فاعل کو مرفوعات پر مقدم کیا اسی طرح سے مفعول مطلق کو منصوبات پر مقدم کیا

سوال یہ ہے کہ مشابہت کیسے حاصل ہے / جواب یہ ہے کہ فعل نام اجزائے ثلاثہ کے مجموعے کا یعنی معنی حدثی
اور کثرت نسبت الیٰ فاعلہ ، یہاں پر ایک جز معنی حدثی ہے اور ایک جز نسبت الیٰ فاعلہ التوبیتہ
چلا فعل کو جز ہونے میں فاعل سے مشابہت حاصل ہے جب مشابہت ثابت ہو گی تو
مرفوعات میں فاعل کو مقدم کیا اور منصوبات میں مفعول مطلق کو مقدم کیا!

مفعول مطلق پارٹ ۲

ترجمہ: مفعول مطلق — اس فعل کا اسم ہے جس کو کیا فعل مذکور کے فاعل نے
وہ اسی فعل کے معنی میں ہو۔

سوال: یہ کہ منتہی ہونا جیسے منتی زید ہونا میں ہونا مفعول مطلق ہے اور اس پر تعریف ثابت نہیں آ رہی ہے وہ اپنے افراد کو جمع نہیں ہے کیونکہ اس کے افراد زید کا فعل ہونا تو صحیح وہ اس کے او پر ثابت نہیں آتا۔

جواب: یہ کہ یہاں فعل مذکور کے فاعل نے کیا ہو کا معنی کیا ہے اس لیے کہ اس فعل کا ایجاد اس میں ہی ہو۔
مطلب یہ کہ وہ فعل مذکور کے فاعل کے ساتھ اس طرح قائم ہو کہ اس کی نسبت اس کی طرف درست ہو اگر منتی زید ہونا میں ہونا اس طرف نسبت ہے

ترجمہ: مفعول مطلق کبھی تاکید کے لیے ہوتا ہے کبھی بیان النوع کے لیے ہوتا ہے اور کبھی بیان العدد کے لیے ہوتا ہے۔ جب تاکید کے لیے ہوتا ہے تو اس کا مفہوم فعل کے مفہوم کو نہ ہو یعنی فعل ہی کا مفہوم ہو۔
اور مفعول مطلق بیان النوع کے لیے اس وقت ہوتا ہے جب کہ دلالت کرے فعل کے بعض اسم پر بعض نوع پر
اور مفعول مطلق بیان العدد کے لیے اس وقت ہوتا ہے جب کہ وہ عدد پر دلالت کرے جیسے جلست جلوسا جلسۃ وجلستہ
جلست جلوسا میں جلوسا مفعول مطلق تاکیدی ہے جس کا مفہوم جلست فعل کے مفہوم کا عین ہے۔

جلستُ جلسۃً میں جُلُوس ایک خاص قسم ہے یعنی میں خاص بیٹھنا بیٹھا اور اگر جیم کے فتح کے ساتھ کہا جائے تو یہ عدد کے بیان کے لیے ہوتا جیسے جلستُ مرۃً میں ایک مرتبہ بیٹھا ایسے جلستُ جلسۃً میں ایک بار بیٹھا عدد کے اوپر دلالت کیا لہذا یہ عدد کے لیے ہوا

ترجمہ پہلی ایک ساتھ نہ تثنیہ لائی جاتی ہے اور نہ ہی جمع

(کیوں) اس لیے کہ یہ پہلی قسم پر ایک پر دلالت کرتی ماہیت پر دلالت کرتی ہے اور ماہیت تعدد نہیں ہوتا اور تثنیہ اور جمع ہونے کے لیے تعدد کی ضرورت ہے اس لیے پہلی قسم کی نہ تثنیہ لائی جاتی ہے نہ جمع

برخلاف اَخَوَیکَ اُخرَیَین سے مراد مفعول مطلق نوعی اور مفعول مطلق عددی

ترجمہ اور مفعول مطلق کبھی فعل کے لفظ کے علاوہ کے ساتھ ہوتا ہے اب لغیر لفظا میں دو احتمال ہے ایک یہ کہ مادے میں اس کا غیر ہے معنی ایک ہو اور مادے الگ ہو

دوسرا یہ کہ باب میں اس کے علاوہ ہوا فعل ہو کسی اور باب سے مفعول مطلق ہو کسی اور باب سے لیکن دونوں کا معنی ایک ہو جیسے قعدتُ جُلُوسًا یہاں پر مادے میں اختلاف ہے قعدتُ کا مادا الگ ہے جُلُوسًا کا مادا الگ ہے جیسے اس کی مثال اَنبَتَ نَبَتًا اَنبَاتًا باب افعال سے اور نبتًا باب نَصَرَ یَنصُرُ سے یہاں پر باب دو ہے اور معنی ایک ہے

مفعول مطلق پارٹ ۳

ترجمہ: اور کبھی مفعول مطلق کے فعل کو حذف کیا جاتا ہے قرینہ پائے جانے کی وجہ بطور جواز خواہ وہ قرینہ حالیہ ہو یا قرینہ مقالیہ ہو تو اس صورت میں فعل کو حذف کرنا جائز ہے جیسے کہ اس شخص کا کہنا قدم خیر مقدم اصل میں یہ تھا قدمت قدوماً خیر مقدم پہلا ہر خیر مقدم مفعول مطلق ہے اور قدمت کو بطور جواز حذف کر دیا ہے اور قدوماً خیراً مقدم قدوماً موصوف کو حذف کر دیا اور خیراً مقدم وہ صفت کو قائم رکھا اور وہی مفعول مطلق ہے

سوال: یہ کہ خیر تو اسم تفضیل ہے جو اصل میں فعل ہے مصدر نہیں ہے اور مفعول مطلق کے لیے مصدر ہونا ضروری ہے تو آپ نے اس کو مفعول مطلق کیسے قرار دے دیا

جواب: یہ کہ اسم تفضیل اگر مصدر کی صفت ہو اور اگر اسم تفضیل مصدر کی طرف مضاف ہو تو صفت ہونے کی صورت میں وہ ما لیہ ہوگا مصدر کی اور مضاف ہونے کی صورت میں مصدر سے پہلے ہوگا ہر صورت میں مقدر اس کے آگے ہوگا یا پیچھے ہوگا جا کر مصدر ہیت اختیار کرے تو مفعول مطلق بنانے میں کوئی قباحت نہ ہوگی۔

ترجمہ: اور مفعول مطلق کے فعل کو حذف کیا جاتا وجوباً بطور جواز سماعاً کا مطلب یہ کہ جس کا کوئی قانون مقرر نہ ہو بلکہ اہل عرب سے جیسا سنا گیا ہے ویسے ہی جیسے سقیاً ورعیاً خیبۃً وجدعاً وحمداً وشکراً وعجباً ان تمام مقام پر فعل ناصب کو حذف کرنا واجب ہے بطور جواز۔

(۱) سقیاً اصل میں تھا سقاک اللہ سقیاً اللہ تجھے سیراب کرے سیراب کرنا سقاک اللہ کو حذف کر دیا

(۳) رعیاً اصل میں رعاک اللہ رعیاً اللہ تیری حفاظت فرمائے (حفاظت کرنا)

پہلی اور دوسری مثال دعائیہ کلمات ہے

(۳) خیبۃً اصل میں تھا خابَ خیبۃً نا امید ہوا (امید ہونا)

(۴) جدعاً اصل میں تھا جدعک جدعاً خدا تمہارے ناک کاٹ لیے جائے

یہ دونوں بددعا کے لیے ہے

(۵) حمداً اصل میں تھا حمدتُ حمداً

(۶) شکراً اصل میں تھا شکرتُ شکراً

(۷) عجباً اصل میں عجبتُ عجباً

تو ان تمام مقامات پر مفعول مطلق کے فعل کو حذف کرکے

استعمال کیا ہے اور ایسی ہی معلوم ہے اس لیے مفعول مطلق کے

مقامات کے عامل ناصب کو حذف کر دیا وجوباً

مفعول مطلق پارٹ ۳

ترجمہ: جن جگہوں میں مفعول مطلق کا فعل کو حذف کیا جاتا ہے بطور قیاس
ایک وہ ہے جہاں مفعول مطلق مثبت واقع نفی اور معنی نفی کے بعد
اور نفی یا معنی نفی داخل ہو ایسے اسم پر جس اسم سے مفعول مطلق خبر ہو سکے
یا مفعول مطلق مکرر واقع ہو تو اس کے فعل کو بطور قیاس حذف کیا جاتا
جیسے ما انت الا سیراً تو نہیں ہے مگر چلنے والا

یہاں پر سیراً مفعول مطلق ہے اور ما انت یعنی نفی کے بعد واقع اور ما جو
نفی ہے وہ نفی داخل ہے انت پر / ایسے اسم پر داخل ہے جو مبتدا نہیں ہو سکتا
اور اس کا مابعد مفعول مطلق خبر ہو جائے!

سوال یہاں کیوں مفعول مطلق یہاں پر انت کی خبر ہو سکتا
جواب یہاں اس لیے نہیں ہو سکتا کہ انت کو اگر مبتدا بنا دیا جائے تو انت ذات
پر دلالت کرتا ہے اور سیراً مفعول مطلق ہے مصدر ہے اگر اس کو خبر بنا
دیا جائے تو خبر مبتدا پر محمول ہوتی ہے خبر کا مبتدا ہونا محال ہوتا ہے تو
مصدر کا حمل ہونا لازم آئے گا ذات پر۔
تو مصدر کا حمل ذات پر درست نہیں ہے تو پتا چلا کہ یہاں پر سیراً جو
مفعول مطلق ہے وہ مثبت واقع نفی کے بعد اور وہ نفی ایسے اسم پر داخل ہے
جس اسم سے مفعول مطلق کا خبر ہونا درست نہیں ہے

دوسری مثال معرفہ کی جیسے ما انت الا سیراً البرید یہاں پر معرفہ کی طرف اضافت ہونے کی وجہ سے
معرفہ ہے۔

تیسری مثال معنیٔ نفی کی جیسے انما انت سیراً سیراً اور نہیں ہے کوئی مگر یہ کہ چلتا ہے تیرے ساتھ یہاں پر سیراً سیراً مفعول مطلق مثبت واقع ہے معنیٔ نفی انما کے بعد جو معنیٔ نفی کے داخل ہے اپنے اسم پر جس اسم سے مفعول مطلق کا خبر ہونا خبر ہونا درست نہیں ہے

چوتھی مثال مفعول مطلق مکرر کی۔ جیسے زید سیراً سیراً زید چلتا ہے چلنا

ان دونوں جگہوں میں جہاں مفعول مطلق مثبت واقع ہے خواہ نفی یا معنیٔ نفی کے بعد اور وہ نفی جو داخل ہوا ہے اسم پر جس اسم سے اس مفعول مطلق کا خبر ہونا درست نہ ہو یا پھر مفعول مطلق مکرر واقع ہو ان دونوں جگہوں میں اس کے فعل کو عامل ناصب کو حذف کیا جاتا ہے بطور قیاس

ترجمہ: اور انھیں چند جگہوں میں سے جن جگہوں میں مفعول مطلق کے عامل ناصب کو وجوباً حذف کیا جاتا ہے بطور قیاس

ایک جگہ وہ ہے جہاں مفعول مطلق جملۂ متقدمہ کے مضمون کے فائدہ کی تفصیل واقع ہو، جملۂ متقدمہ کے مضمون سے مراد مصدر ہے جیسے فَشُدُّوا الْوَثَاقَ فَإِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَإِمَّا فِدَاءً

تو انھیں مضبوطی سے باندھ لو اس کے بعد یا تو اس کو احسان کر کے چھوڑ دو یا تو فدیہ لے کر چھوڑ دو

یہاں پر شُدُّوا فعل امر ہے اور اس سے مفہوم شدہ مصدر شدّ الوثاق ہے اب اس مصدر کا فائدہ یہ ہے کہ جب تم نے اس پکڑ لیا مضبوطی کے ساتھ تو باندھنا اور پکڑنا کے فائدہ یہ ہے کہ یا تو تم اس احسان کر کے پھر اس کو چھوڑ دو یا فدیہ لو تب چھوڑ!

مَنًّا اور فِدَاءً یہ مفعول مطلق ہے جو تفصیل واقع ہے شدّ الوثاق کی یہاں پر مفعول مطلق کے فعل کو حذف کرنا واجب ہے اس وجہ سے کہ جملۂ متقدمہ اس کے قائم مقام ہے اگر اس کو ذکر کر دیا جائے تو اصل و خلف کا اجتماع لازم آئے گا اور یہ درست نہیں ہے

مفعول مطلق پارٹ ۵

ترجمہ
جن جگہوں میں مفعول مطلق کے فعل کو قیاس بطور وجوب حذف کیا جاتا ہے ان میں سے ایک وہ جگہ ہے جہاں پر (مفعول مطلق) تشبیہ کے لیے واقع ہو اس حال میں کہ وہ افعال جو وارد ہیں ان میں سے ایسے جملے کے بعد ہو جو مشتمل ہو ایسے اسم پر جو مفعول مطلق کا ہم معنی (اسم) اور اس کے موصوف پر مشتمل ہو۔ جیسے مررت بہ فاذا لہ صوت صوت حمار۔ میں گزرا اس کے پاس سے اچانک اس کی آواز گدھے کی آواز کی تھی اور دوسری مثال جیسے صراخ صراخ الثکلی گزرا ایسی عورت کے پاس سے جو اس کا چیخنا اس عورت کے چیخنے کی طرح تھی جس کے بچے مر گئے ہوں۔

تفسیر
صوت حمار یہ مفعول مطلق واقع ہے تشبیہ کے لیے کیونکہ اس سے پہلے جو صوت مذکور ہے اس صوت کو تشبیہ دی گئی ہے صوت حمار پر یعنی مفعول مطلق کو اور وہ عارضے جو وارد ہیں ان میں سے ایک عوارض کا فعل ہے اور ایسے جملے کے بعد یعنی لہ صوت ایسا جملہ ہے جو مفعول مطلق کے ہم معنی اسم اور اس اسم کے موصوف پر واقع تو اس وجہ سے مفعول مطلق کے فعل کو عامل ناصب کو حذف کرنا واجب ہے۔ یہ اصل میں تھا فاذا لہ صوت یصوت صوت حمار آواز نکال رہا تھا گدھے کی آواز کی طرح یہاں پر مفعول مطلق کے فعل کو حذف کرنا واجب ہے اس لیے واجب ہے کہ قرینہ بھی موجود ہے اور قائم مقام بھی موجود ہے (قرینہ کیا) قرینہ یہ ہے کہ مفعول مطلق کا منصوب ہونا قرینہ ہے اس کے عامل ناصب کے محذوف ہونے پر (قائم مقام) قائم مقام یہ ہے کہ ماقبل والا جملہ یعنی لہ صوت اس کے قائم مقام ہے قرینہ اور قائم مقام پائے جانے کی وجہ سے مفعول مطلق کے فعل کو عامل ناصب کو حذف کرنا واجب ہے

دوسری مثال صراخ صراخ الثکلی اصل میں تھا یصرخ صراخ الثکلی جو چیخ مجھ سے
اس عورت کی طرح جس کا بچہ مر گیا ہو ۔

یہاں پر صراخ الثکلی مفعول مطلق ہے جو واقع ہے تشبیہ کے لیے یہ بھی افعال عوارض
میں سے الگ عوارض ہے اور ایسے جملہ کے بعد واقع ہے جو جملہ کہ مفعول مطلق
کا ہم معنی اسم اور اس کے موصوف پر مشتمل ہے !

یہ مفعول مطلق معرفہ کی مثال ہے کہ الثکلی معرف بلام ہے اور اس کی
طرف صراخ کی اضافت سے وہ بھی معرفہ ہو گیا ہے ۔

مفعول مطلق پارٹ ۶

ترجمہ
جن جگہوں میں مفعول مطلق کے فعل کو حذف کیا جاتا ہے قیاساً بطور وجوب
ان میں سے ایک جگہ یہ ہے جہاں مفعول مطلق جملہ کا مضمون واقع
ہو اور وہ جملہ اس کے غیر کا احتمال نہ رکھے جیسے لہ علی الف درھم اعترافاً
فلاں کا مجھ پر ایک ہزار درھم ہے میں نے اعتراف کیا اعتراف کرنا

تفہیم
یہاں پر اعترافاً مفعول مطلق ہے جو لہ علی الف درھم کا مضمون واقع ہے
اور لہ علی الف درھم اس کے غیر کا احتمال نہیں رکھتا اس اعتبار سے کہ اس نے
خود اقرار کر لیا ۔ یہاں پر مفعول مطلق کے فعل کو حذف کرنا واجب ہے
کیونکہ یہاں پر قرینہ اور قائم مقام دونوں موجود ہیں ۔
فعل
قرینہ کیا ہے / قرینہ یہ ہے کہ مفعول مطلق منصوب واقع ہے اس کے عامل ناصب کو محذوف ہے
قائم مقام کیا ہے / قائم مقام یہ ہے کہ جس جملے کا وہ مضمون واقع ہے وہ اس کے قائم مقام ہے
اس لیے قرینہ اور قائم مقام دونوں کے ہونے کی وجہ سے مفعول مطلق کے فعل کو حذف کرنا
واجب ہو گیا !

ترجمہ: اور اس کا نام تاکید لنفسہ رکھا جاتا ہے (کیوں) اس لیے کہ جملہ متضمن مفعول مطلق کھلا ہوا اور ماحصر واقع ہے اس کا بھی مفہوم بعینہ وہی ہے جو مفعول مطلق کا مفہوم ہے!

ترجمہ: اور انہیں جگہوں میں سے ایک جگہ یہ بھی ہے کہ جہاں پر مفعول مطلق ایسے جملہ کا کھلا ہوا واقع ہو ماحصر بھی واقع ہو جو جملہ اس کے غیر کا احتمال نہ رکھے جیسے زید قائم حقاً زید کھڑا ہونے والا ہے میں نے اس کو ثابت کیا ثابت کرنا!

تفسیر: یہاں پر حقاً مفعول مطلق ہے جو زید قائم جملہ متضمن کے ماحصر اور کھلا ہوا واقع ہے لیکن اس کے علاوہ کا بھی زید قائم احتمال رکھتا ہے اس لیے زید قائم یہ جملہ خبریہ ہے جو صدق و کذب کا احتمال رکھتا ہے تو غیر حق کا بھی احتمال رکھے گا!

سوال یہ ہے کہ اس سے پہلے بھی لہ علی الف بھی صدق کذب کا احتمال وہاں بھی ہونا چاہیئے تو یہ کیوں کہا گیا کہ وہ مفعول مطلق کے علاوہ کا احتمال نہیں رکھتا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اگر چہ بوجہ خبر غیر کا احتمال پہلے بھی تھا لیکن یہ اعتراف ہے اس حیثیت سے وہاں غیر کا احتمال نہیں تھا اور یہاں پر ایسا کچھ نہیں ہے۔ یہاں پر بھی قرینہ اور قائم مقام موجود ہے اس لیے اس کے فعل کو حذف کرنا واجب ہے

ترجمہ: اور اس کا نام رکھا جاتا ہے تاکید لغیرہ (سوال یہ ہے کہ تاکید لغیرہ نام رکھنا کیسے درست ہے تاکید نفس شئی کی ہوتی ہے نہ کہ غیر شئی کی

جواب یہ ہے کہ یہاں پر بھی تو تاکید نفس شئی کی ہوتی ہے جو ماقبل میں ثابت ہوئی ہے اسی کو ثابت کیا گیا ہے حقاً سے اور تاکید لغیرہ نام رکھنا صرف اعتباری ثابت کی وجہ سے اعتباری ثابت یہ ہے کہ غیر کے احتمال کا دفع کرنا ہے۔

ترجمہ: اور انھیں جگہوں میں سے ایک جگہ یہ ہے کہ جہاں پر مفعول مطلق تثنیہ واقع ہو تثنیہ تو واقع ہو لیکن وہ کثرت پر دلالت کرے جیسے لبیک اور سعدیک لبیک اصل میں تھا

اُلِبُّ لَکَ اِلبابین میں حاضر ہوا تیرے لیے بار بار حاضر ہونا اس طرح سعدیک اصل میں تھا

اُسعدوک اسعادین میں تیری بارگاہ میں حاضر ہوتا ہوں بار بار حاضر ہونا

لبیک کیسے ہوا؟ خلاف قیاس بطور تخفیف الب فعل کو حذف کر دیا کیونکہ یہ مقام

مقام تخفیف ہے اور البابین یہ مفعول مطلق تھا اس کو فعل کے قائم مقام کر دیا اب

جو مزید فیہ کا مصدر تھا اس کو مجرد کیا (کیسے) شروع سے ہمزہ اور درمیان سے الف کو

حذف کر کے اب ہو گیا لبین تو دو حرف ایک جنس کے جمع ہوئے اس کو ادغام کر دیا

اب ہو گیا لبَّین تثنیہ کا صیغہ اور جو لک میں لام تھا تعدیہ کے لیے تھا اس لام کو حذف

کر کے ک کی طرف مصدر کی اضافت کر دیا لہذا اضافت کی وجہ تثنیہ کا نون گر گیا

تو ہو گیا لبّیک

اسی طرح سعدیک لیکن سعدیک میں لام نہیں اس لیے اس کو ڈیریکٹ اس کو اٹھا کر کے

فعل کو حذف کر دینگے اور مصدر کو اس کی جگہ لائیں گے اور وہاں بھی مزید فیہ سے

مجرد کر دینگے اور شروع سے ہمزہ اور درمیان سے الف کو حذف کر دینگے تو ہو جائے گا

سعدین اور اس کی اضافت ک کی طرف کر دینگے تو ہو جائے گا سعدیک

مفعول بہ

سوال یہ ھے کہ مات زیدٌ میں زید پر موت واقع ہوئی تو زید مفعول نہیں ہوا زید فاعل ہے زید کو مفعول ہونا چاہیے
مفعول بہ کی تعریف کے مطابق بلکہ زید تو فاعل ہے!

ترجمہ: مفعول بہ اس شئی کا اسم ہے جس پر فاعل کا فعل واقع ہو جیسے ضربتُ زیدًا میں زیدًا
مفعول بہ کی تعریف دخول غیر سے مانع نہیں (جواب) اور فاعل کا فعل واقع ہو گیا

جواب ← اس سے مراد یعنی فاعل کا فعل واقع ہونے کا مطلب ہے کہ وہ فعل فاعل سے صادر
ہونے والا ہے اور موت زید سے صادر نہیں ہوا بلکہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے
فاعل کے صادر ہونے کے بعد جس پر واقع وہ مفعول بہ ہوگا تو تعریف دخول
غیر سے مانع ہوگی!

ترجمہ: اور کبھی کبھی مفعول بہ فعل پر مقدم ہوا کرتا ہے۔ لیکن یہ کبھی بطور جواز
مقدم ہوتا ہے اور کبھی بطور وجوب مقدم ہوتا ہے۔
بطور جواز کی مثال جیسے زیدًا ضربتُ ! زیدًا مفعول بہ کو مقدم کر دیا یہاں
پر تقدیم مفعول بہ جائز ہے!
اور کبھی کبھی مفعول بہ کو فعل پر مقدم نہ بھی ہوتا وہاں جب مفعول بہ معنیٰ استفہام
واقع ہو جیسے مَن ضربتَ (کس کو) اس لیے کہ استفہام تقاضا کرتا ہے شروع میں
آنے کا! اور اس کو اگر مؤخر کر دیا جائے تو اس کی صدارت باطل ہو جائے گی۔
تو اس صورت میں مفعول بہ کو فعل پر مقدم کرنا واجب ہے!

ترجمہ: اور کبھی مفعول بہ کے عامل ناصب کو حذف کر دیا جاتا ہے قرینہ پائے جانے کی وجہ سے
بطور جواز!
یہ قرینہ عام ہے خواہ قرینہ حالیہ ہو خواہ قرینہ مقالیہ ہو جیسے زیدًا اس شخص کے قول
اس شخص کے جواب میں جس نے کہا کس کو مارو تو کہا زیدًا
یہ اصل میں تھا اِضرب زیدًا
یہاں پر اضرب زیدًا کا عامل ناصب ہے زیدًا مفعول بہ کا فعل ہے اس کو حذف
کر دیا تقاضا کرنے پر قرینہ۔ سوال مختلف ہے اس وجہ سے مفعول بہ کے فعل
کو حذف کرنا جائز ہے

ترجمہ: اور مفعول لہ کے فعل کو حذف کیا جاتا ہے وجوبی طور پر چار جگہ میں ان میں سے
پہلی جگہ سماعی ہے یعنی اس کے لیے حذف پر کوئی قاعدہ کلیہ نہیں ہے جیسا عرب والوں

پہلی مثال: نے سنا ویسے حذف کیا ان جگہوں میں جیسے امرأً ونفسہٗ مرد کو اس کے نفس کے ساتھ
چھوڑ دو یہ اصل میں تھا اُترک امرأً ونفسہٗ تو اہلِ عرب یوں ہی استعمال کرتے تھے
امرأً ونفسہٗ اُترک کے حذف کے ساتھ تو یہاں پر واجب ہو گیا

دوسری مثال: وانتہوا خیرًا لکم یعنی تثلیث سے اور قصد کرو اس کا جو تمہارے لیے بہتر ہے
یعنی تثلیث کے قائل تھے یہاں پر خیرًا لکم جو مفعول لہ ہے اس کا فعل محذوف ہے
وَاقْصِدُوا خیرًا لکم اب اگر کوئی اعتراض کرے کہ جناب یہاں تو فعل مذکور ہے
وانتہوا تو فعل تو مذکور ہے محذوف نہیں ہے!
جواب یہ کہ اگر وانتہوا کو عامل ناصب مان لیا جائے خیرًا لکم کا تو کہا جائے گا
یعنی اس سے جو تمہارے لیے بہتر ہے اور یہاں پر اصل میں ہے وانتہوا تثلیث یعنی تین
معبود ماننے سے واقصدوا خیرًا لکم اور قصد کرو اس کا جو تمہارے لیے بہتر ہے
تو اہلِ عرب نے ایسے استعمال کیا وانتہوا خیرًا لکم وانتہوا کے بعد تثلیث کو اور
خیر سے پہلے اقصدوا کو حذف کر دیا تو حذف کے ساتھ استعمال کرنا واجب ہو گیا!

تیسری مثال: اھلًا وسھلًا اس طرح اھلًا مفعول لہ ہے اس کا فعل حذف ہے سھلًا بھی مفعول لہ
ہے اس کا بھی فعل حذف ہے یہ اصل میں تھا أتَیتَ اھلًا اجانب تو اپنوں میں آیا ہے
غیروں میں اور سھلًا اصل میں تھا وطِئتَ سھلًا من البلاد لا حزنًا تو نے نرم زمین کو
روندا نہ کہ سخت ان جگہوں میں مفعول لہ کے عامل ناصب کو حذف کیا تو یہ اہل عرب
کے استعمال میں حذف کرنا واجب ہے!

مفعول بہ منادیٰ

ترجمہ

جہاں مفعول بہ کے عامل ناصب کو حذف کرنا واجب ہے ان میں سے ایک دوسری جگہ منادیٰ کا ہے۔ اور منادیٰ وہ ہے جس کی توجہ مطلوب ہو اور ایسے حرف کے ذریعے سے جو ادعو کے قائم مقام ہو خواہ وہ حرف لفظی ہو یا تقدیری!

لفظی کی مثال جیسے یا زید۔ یہاں پر یا حرف ندا لفظاً موجود ہے اس کے ذریعے سے زید کی توجہ مطلوب ہے!

سوال یہ تھا مفعول بہ منادیٰ کے عامل ناصب کو حذف کرنا واجب کیوں ہے

جواب اس لئے کہ اگر اس کے عامل ناصب کو ذکر کر دیا جائے تو اصل و خلیفہ کا اجتماع لازم آئے گا اور یہ درست نہیں ہے اس لئے حذف کرنا واجب ہے۔

تقدیری کی مثال جیسے یوسف اعرض عن ھذا اے یوسف اس سے اعراض کر اصل میں تھا یا یوسف اعرض عن ھذا یہاں پر یا مقدر ہے اگر یا کو مقدر نہ مانا جائے تو یوسف مبتدا ہوگا اور اعرض عن ھذا خبر ہوگا حالانکہ یہ انشاء ہے اور انشاء کا خبر بنانا جائز نہیں لہذا متعین ہے یا کے محذوف ہونے پر چونکہ یہاں پر یا تقدیراً موجود ہے تو مفعول بہ کے عامل ناصب کو حذف کرنا واجب ہو گیا!

ترجمہ

اور منادیٰ مبنی ہوگا علامت رفع پر اگر منادیٰ مفرد معرفہ ہو

مفرد سے مراد وہ جو مضاف اور مشابہ بہ مضاف نہ ہو

معرفہ سے مراد وہ جو معرفہ ندا سے پہلے بھی رہا ہو اور ندا کے بعد بھی

جیسے یا زید یہ مفرد ہے یہ نہ مضاف ہے نہ مشابہ بہ مضاف ہے اور یہ ندا سے پہلے بھی معرفہ رہا ہے اور یہ زید ندا کے بعد بھی معرفہ ہے!

ترجمہ منادیٰ کو جر دیا جاتا ہے لام استغاثہ کے ذریعے سے جیسے یا لَزَید
لام استغاثہ اس لام کو کہتے ہیں کہ جس کے ذریعے سے فریاد طلب کیا جائے جیسے یا لَزَید
یہاں پر زید سے فریاد طلب کیا گیا ہے لام کے ذریعے سے یہ لام لام استغاثہ ہے جس کے
ذریعے سے زید کو جر دیا گیا ہے ۔

ترجمہ اور الف استغاثہ کا لاحق ہونے سے فتح دیا جاتا ہے اس حال میں کہ اس میں لام
نہ ہو جو ہو تو اجتماع جنسین لازم آئے گا لام تقاضی کرے گا جر کا اور الف اپنے ماقبل
فتح کا جیسے یا زیداہ اور ہا کا بھی اضافہ کر دیتے ہیں ۔

ترجمہ اور ان دونوں کے ماسوا کو نصب دیا جاتا ہے جیسے یا عبداللہ یہ مضاف کی مثال ہے
اور یا طالعاً جبلاً یہ مشابہ مضاف ہے اور یا رجلاً غیر معین ہے
ان تمام صورت میں منادیٰ کو نصب دیا جائے گا ۔

توابع منادیٰ

ترجمہ

منادیٰ مبنی کے مفرد توابع تاکید صفت عطف بیان اور معطوف معرف
جس پر یا کا دخول ممتناع ہوا ایسے مفرد توابع کو رفع دیا جاتا ہے منادیٰ کے
لفظ پر حمل کرتے ہوئے اور اس کو نصب دیا جاتا ہے اس کے محل پر حمل
کرتے ہوئے جیسے یا زیدُ ن العاقلُ والعاقلَ یہاں پر زیدُ منادیٰ مفرد
معرفہ مبنی ہے علامت رفع پر اور العاقلُ اس کی صفت ہے تو اس کو
العاقلُ بھی پڑھنا جائز ہے اور العاقلَ بھی پڑھنا جائز ہے ۔
العاقلُ مرفوع پڑھنا جائز ہے اس کے لفظ پر حمل کرتے ہوئے
کیونکہ منادیٰ مفرد معرفہ حقیقت میں معرب ہی تھا اس کا مبنی ہونا
عارضی ہے تو لفظ پر حمل کرتے ہوئے العاقلُ پڑھنا جائز ہے
العاقلَ منصوب پڑھنا جائز ہے اس کے محل کو محمول کرتے ہوئے ۔

اعتراض

خلیل معطوف میں رفع کو پسند کرتے ہیں اور ابو عمر نصب کو
خلیل معطوف بحرف الممتنع دخول یا علیہ میں رفع کو پسند کرتے ہیں
اس کے اختیار کرنے کی وجہ یہ کہ وہ کہتے ہیں یہ بھی مستقل منادیٰ ہے
یعنی العاقلُ زید کی صفت ہونے کی وجہ یہ مستقل منادیٰ ہے تو اس کے
ساتھ بھی منادیٰ جیسا برتاؤ کرنا چاہیے لیکن اس پر یا کا دخول ممتناع
ہے یعنی دخول یا کی ہونے کی وجہ سے اس لے منادیٰ مستقل کیا ۔
تو اس پر اب یا داخل نہیں کریں گے
تو ابو عمر کہتے ہیں کہ نہیں جب اس پر یا کا دخول ممتناع ہے تو اب یہ
اس منادیٰ کے جو توابع ہے وہ محل کے توابع ہے ۔ لفظ کے توابع نہیں ہے
تو یہ محلاً منصوب ہے تو اس کو منصوب پڑھنا جائز ہے مختار ہے

اور ابوالعباس نے بیان اگر وہ الحسن کی طرح سے ہے یعنی معرف باللام جو معطوف منادیٰ
ہے مبنی پر اور وہ الحسن کی طرح سے ہے تو وہ خلیل کی طرح ہو گا
اور اگر الحسن کی طرح نہیں ہے تو وہ ابی عمر کی طرح ہو گا
تو دیکھا جائے گا کہ اس کے الف لام کو حذف کرنا جائز ہے یا نہیں اگر حذف کرنا
جائز ہے جیسے الحسن کی طرح سے ہے تو اس کے ساتھ وہی معاملہ کیا جائے گا
جو خلیل نے بیان اور اگر الحسن کی طرح سے نہیں ہے الف لام زائد نہیں ہے
غیر زائد ہے یعنی اس کو حذف کرنا جائز نہیں ہے تو اس کے ساتھ وہی معاملہ کیا
جائے گا جو ابی عمر نے کیا یعنی اس کو منصوب پڑھیں گے

منادیٰ توابع پارٹ ۲

ترجمہ: منادیٰ مبنی کے معطوف توابع ہو اس کو نصب دیا جائے گا اور بدل اور وہ معطوف
جو مذکورہ معطوف کا غیر ہے اس کا حکم مطلقاً مستقل منادیٰ کا حکم ہے۔
اور وہ علم جو موصوف ہو لفظ ابن یا ابنۃ کے ساتھ اس حال میں کہ
وہ ابن یا ابنۃ مضاف ہو دوسرے علم کی طرح تو اس کا فتح مختار ہے!
اس لئے کہ کلام عرب میں یہ کثیر استعمال ہے مقتضیٰ تخفیف ہے اور فتح
اخف ول حرکات ہے اس لئے فتح مختار ہے!
اور جب معرف باللام کو منادیٰ بنایا جائے تو کہا جائے گا یا ایھا الرجل
یا ھذا الرجل و یا ایھا ھذا الرجل یہاں پر معرف باللام منادیٰ ہے اور اس پر الف
لام حرف تعریف داخل ہے اور حرف ندا بھی حرف تعریف اگر اس کو ذکر
کر دینگے تو دو الِ تعریف کا اجتماع لازم آئے گا تو دونوں میں فصل کر دینگے
ایھا لایا جائے گا یا ھذا یا ایھا ھذا دونوں کا اجتماع لایا جائے گا تاکہ دو حرف
تعریف کا اجتماع لازم نہ آئے!

اور الرجل کے رفع کا التزام کیا اس لیے کہ وہی مقصود بالنداء ہے
اور وہ مفرد معرفہ ہے ۔ اور الرجل کے توابع رفع کو
لازم کیا یعنی معرف باللام جب منادی ہو اس کے رفع کو
التزام کیا اور اس کے توابع کو بھی لازم کیا
اس لیے کہ یہ معرب کے توابع ہے جیسے یا اللہ خاصۃً

اعتراض: آپ نے کہا منادی معرف باللام ہو تو حرف ندا کا دخول اس پر ممتنع ہے یہاں تو اللہ بھی تو معرف باللام ہے یا اللہ کیوں کہتے ہیں

جواب: یہ ہے کہ اللہ میں جو الف لام ہے وہ حرف تعریف کا نہیں ہے ہمزہ ہے الٰہ اصل میں الالٰہ تھا اس ہمزہ کو حذف کر دیا اس کے عوض میں لایا گیا وہ فائدہ معرف باللام کا ہے!

دوسرا جواب یہ ہے کہ شریعت اس کی اجازت نہیں دیتی اس لیے کہ شریعت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام اسماء اسمائی توقیفی ہے جیسا سنا گیا ہے ویسا ہی تھا

واللہ اعلم بالصواب

فقیر = ذاکر حسین طیبی